بورس وسیلیئف

سحر پرسکوں ہے یہاں...

بورس وسیلیئف

سحر پرسکوں ہے یہاں...

ناولٹ

دوسرا ایڈیشن

«رادوگا» اشاعت گھر تاشقند

ریاستی انعام یافتہ سوویت ادیب بورس وسیلیئف (سن پیدائش ۱۹۲۴ء) نے فوجی انجینیرنگ دستے میں خدمات انجام دینے کے بعد اپنی تخلیقی سرگرمیوں کا آغاز فلمی ادیب کی حیثیت سے کیا تھا ـ ۱۹۶۹ء میں ان کے پہلے ناولٹ "سحر پرسکوں ہے یہاں..." کے منظر عام پر آتے ہی انہیں شہرت اور مقبولیت حاصل ہو گئی ـ یہ ناول "یونوست" (یوتھ) رسالے میں شائع ہوا اور اسے نوجوان افراد کے لئے سال کی بہترین کتاب کی حیثیت سے انعام ملا ـ اس کے بعد سے اب تک ان کے تین ناولٹ "ایوان کی موٹر بوٹ"، "بالکل آخری دن" اور "سفید ہنسوں پر گولی نہ چلاؤ" اور ناول "ان کے نام کہیں درج نہیں" شائع ہو چکے ہیں ـ

۱

ریلوے اسٹیشن نمبر ۱۷۱ پر بارہ مکانات، فائر انجن کی چوبی عمارت اور نیچی چھت کا ایک لمبا گودام جو اس صدی کے ابتدائی زمانے میں سلیقے سے تعمیر کیا گیا تھا، اب بھی کھڑے ہوئے تھے۔ پانی کی ٹنکی کا ستون پچھلے فضائی حملے کے دوران گر گیا تھا اور ریلوے ٹرینیں اب یہاں نہیں ٹھہرتی تھیں۔ جرمن طیارے اب بمباری تو نہیں کر رہے تھے لیکن وہ اسٹیشن کے اوپر ہر روز نمودار ہوتے تھے اور سوویت کمان احتیاطاً چار نالوں والی دو طیارہ شکن توپیں ہر وقت تیار رکھتی تھی۔

یہ ۱۹۴۲ء کا مئی کا مہینا تھا۔ مغرب میں (مرطوب راتوں میں بھاری توپ خانوں کی منحوس گرج صاف سنی جا سکتی تھی) دونوں طرف کی فوجوں نے خود کو خندقوں میں محفوظ کر لیا تھا اور آخرکار مورچےبندی کی لڑائی میں الجھ کر رہ گئی تھیں؛ مشرق میں جرمن، نہر اور مورمانسک ریلوے پر دن رات بمباری کرتے رہتے تھے؛ شمال میں بحری راستوں کے لئے بھیانک لڑائیاں جاری تھیں اور جنوب میں محصور لینن‌گراد اپنی جرأت‌مندانہ مقاومت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھا۔

میں بہتے ہوئے خطرناک انداز سے کہا۔ "تمہیں تمہارے نشہ نہ کرنے والے مل جائیں گے اور وہ عورتوں پر جان چھڑکنے والے بھی نہ ہوں گے لیکن ٹھیک سے سمجھ لو سارجنٹ میجر، تم ان سے نباہ نہ کر سکے تو..."

"ہاں، جناب" کمانڈنٹ نے غیرجذباتی انداز سے جواب دیا۔

میجر طیارہ‌شکن توپچیوں کو جنہیں خراش تک نہیں لگی تھی، اپنے ساتھ واپس لے گیا اور جاتے جاتے ایک بار پھر اپنے اس وعدے پر زور دیا کہ وہ واسکوف کے لئے نئے توپچی بھیج دے گا جو عورتوں اور گھر کی کشید کی ہوئی شراب سے خود سارجنٹ میجر سے بھی زیادہ پرہیز کرنے والے ہوں گے۔ لیکن ظاہر تھا کہ اس وعدے کا پورا کیا جانا کوئی آسان کام تھوڑی تھا۔ چنانچہ تین دن بیت گئے اور ایک سپاہی بھی نہ آیا۔

"یہ بہت مشکل کام ہے، سمجھتی ہو نا" سارجنٹ میجر نے اپنی مکان‌دارنی ماریا نکی فوروونا سے کہا۔ "دو دستوں کا مطلب ہوا تقریباً بیس نشہ نہ کرنے والے۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ لوگ اس طرح کے اتنے زیادہ سپاہی تلاش کر سکیں گے، سارا محاذ ہی کیوں نہ چھان ماریں..."

مگر پتا چلا کہ اس کے اندیشے قطعی بےبنیاد تھے کیونکہ اگلی ہی صبح کو اس کی مکان‌دارنی نے توپچیوں کی آمد کا اعلان کیا۔ اس نے جس لہجے میں یہ بات کہی تھی اس سے کچھ گھناؤناپن سا ٹپکتا تھا لیکن سارجنٹ میجر اس وقت تک نیم خوابیدہ سی حالت میں تھا اس لئے ٹھیک سے سمجھ نہ پایا کہ قصہ کیا ہے۔ اس نے بس وہی سوال کیا جو اس کے لئے سب سے زیادہ پریشانی کا باعث تھا:

"ان کے ساتھ کوئی افسر بھی ہے؟"

"افسر تو کوئی نہیں دکھائی دیتا۔"

"خدا کا شکر ہے!" سارجنٹ میجر کمانڈنٹ کی حیثیت سے اپنے مرتبے سے بڑا مخلصانہ لگاؤ رکھتا تھا۔ "اختیارات کی حصہ بانٹ سے زیادہ بری بات اور کوئی بھی نہیں ہوتی۔"

"ارے خوشی منانے میں اتنی عجلت نہ برتو" اس کی مکان‌دارنی نے پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"خوشی تو ہم تب منائیں گے جب جنگ ختم ہو جائے گی"

"ابھی بیریاں ھیں ھی کہاں؟" اس نے کہا۔

"اور کھٹے ساگ کے متعلق کیا کہتے ھیں؟ ھم اسے بھی نہیں توڑ سکتے؟" کریانووا نے جاننا چاھا۔ "ارے کامریڈ سارجنٹ میجر، کچھ مزید غذا مل جائےگی تو اچھا رھےگا ورنہ ھم لوگ سوکھ کے کانٹا ھو جائیں گے۔"

سارجنٹ میجر نے چست، تنی ھوئی یونیفارموں پر اپنی شک بھری نگاھیں دوڑائیں لیکن وہ کچھ نرم پڑ گیا:

"بہرحال دریا سے آگے نہیں جا سکتیں۔ وادی میں کافی کھٹا ساگ موجود ھے۔"

اسٹیشن پر مکمل امن و سکون کی فضا چھا گئی لیکن اس سے کمانڈنٹ کو ذرا بھی سکون میسر نہ ھوا۔ توپچی لڑکیاں غل غپاڑہ کرنے والی، دق کرنے والی ثابت ھوئیں۔ اور جلد ھی سارجنٹ میجر اپنے ھی گھر میں خود کو مہمان سا تصور کرنے لگا۔ وہ ڈرتا رھتا تھا کہ کوئی غلط بات منھ سے نہ نکل جائے، کوئی غلط حرکت نہ سرزد ھو جائے۔ کسی کمرے میں دستک دئے بغیر داخل ھو جانے کا سوال ھی نہیں اٹھتا تھا اور کبھی اتفاقاً ایسا کر گزرتا تو کوئی زوردار چیخ اسے فوراً لوٹنے پر مجبور کر دیتی۔ سب سے زیادہ وہ کسی ایسے مذاق یا اشارے سے خوف‌زدہ رھتا تھا جس سے یہ تاثر پیدا ھوتا کہ ان میں سے کوئی ایک اس کی نظروں میں سما گئی ھے۔ چنانچہ وہ ادھر ادھر چلتے پھرتے ھمیشہ اپنی نظریں زمین پر گاڑے رھتا اور اس کے چھرے پر کچھ ایسی کیفیت طاری رھتی جیسے اس نے پچھلے مہینے کی تنخواہ کھو دی ھو۔

"ذرا ھنسو بولو نا، بیکار ھی اتنے اداس نظر آتے ھو" اس کی مکان‌دارنی نے اس کو اپنی ماتحتوں کے ساتھ دیکھنے کے بعد کہا۔ "تمھارے پیٹھ پیچھے یہ لڑکیاں تمھیں بوڑھا آدمی کہتی ھیں۔ اس لئے ان کے بارے میں ایسا ھی رویہ اپناؤ۔"

سارجنٹ میجر نے اسی موسم بہار میں اپنی بتیسویں سالگرہ منائی تھی اور وہ خود کو بوڑھا آدمی تسلیم کر لینے کو قطعاً تیار نہ تھا۔ سوچتے سوچتے آخر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اس نے ابھی ابھی جو کچھ سنا تھا وہ دراصل اس کی مکان‌دارنی کی طرف سے خود اپنی حیثیت کو مستحکم کرنے کی کوشش کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ بہار کی ایک رات میں وہ سارجنٹ میجر کے دل سے حجاب رفع کرنے میں

که کچھ نہیں تو یونہی دکھاوے کے طور پر ھی چیخ پڑتیں لیکن وہ تو بس یونہی کرمچ پر اپنی ناکیں گڑائے مزے سے لیٹی رھیں۔ آخر سارجنٹ میجر کو کسی اس لڑکے کی طرح جسے جھانکتے دیکھ لیا گیا ھو، پلٹنے پر مجبور ھونا پڑا ۔ اسی روز سے اس نے ھر موڑ پر کھانسنا شروع کر دیا جیسے وہ کالی کھانسی کا مریض ھو ۔

اس نے اوسیانینا پر پہلے بھی توجہ مبذول کی تھی: وہ کبھی بھی نہیں ھنستی تھی ۔ اس کے ھونٹوں میں ایک خفیف سی لرزش پیدا ھوتی تھی اور بس ۔ لیکن اس وقت بھی اس کی آنکھوں سے سنجیدگی ھی جھلکتی رھتی ۔ یہ اوسیانینا بھی کچھ عجیب سی لڑکی تھی چنانچہ واسکوف نے اپنی مکان‌دارنی کے ذریعے اس کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کی نہایت ھی محتاط کوششیں کیں حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کی مکان‌دارنی کو اس کام کی انجام‌دھی سے مسرور ھونے سے رھی ۔

"وہ بیوہ ھے" ماریا نکی‌فوروونا نے ایک دن بعد اپنے ھونٹ بھینچ کر کہا ۔ "اس لئے تم اپنی چھوٹی موٹی چھیڑخانیاں شروع کر سکتے ھو ۔ وہ کوئی معصوم بچی نہیں ھے ۔"

واسکوف نے کوئی تبصرہ نہ کیا: لفظوں سے کسی عورت پر جو محض عورت ھو، کچھ نہیں ثابت کیا جا سکتا تھا ۔ اس نے کلہاڑی اٹھائی اور باھر نکل گیا ۔ آدمی کو کچھ سوچنا ھو تو لکڑی چیرنے سے بہتر اس کے لئے اور کوئی موقع نہیں ھوتا ۔ اور اسے بہت کچھ سوچنا تھا ۔ وہ اپنے خیالات کو ایک لڑی میں پرونا چاھتا تھا ۔

سب سے پہلا مسئلہ نظم و ضبط قائم کئے جانے کا تھا ۔ یہ درست تھا کہ اب نہ شراب پی جاتی تھی، نہ مقامی عورتوں سے پہلے جیسے تعلقات کا کوئی سوال تھا ۔ اوپر اوپر ھر چیز درست تھی لیکن اندر اندر خاصی بدنظمی اور بےضابطگی پائی جاتی تھی:

"لیودا، ویرا اور کاتیا، سنتری ڈیوٹی کا وقت آ گیا! کاتیا، تم چارج لے لو ۔"

ھونہہ، بھلا پہرا بدلنے کا مناسب طریقہ یہی تھا؟ یہ کام تو فوجی ضوابط پر سختی سے عمل کرتے ھوئے ان کے عین مطابق کیا جانا چاھئے تھا ۔ ضوابط کا جس طرح مذاق اڑایا جا رھا تھا اس کے سلسلے میں اسے بہرحال کچھ کرنا تھا ۔ لیکن سوال یہ تھا کہ کیا کرنا تھا؟ اس نے لڑکیوں کی سینیر سے یہ معاملے اٹھانے کی کوشش

اس طرح کے معاملات میں اس کی تعلیم کی کمی زبردست رکاوٹ تھی۔ بےشک اس نے لکھنا پڑھنا اور حساب سیکھا تھا لیکن اسکول میں بس چار ھی سال تک زیرتعلیم رہ سکا تھا کیونکہ چوتھے سال کے خاتمے پر اس کے باپ کو ریچھ نے ہلاک کر دیا تھا۔ ان لڑکیوں کو یہ ریچھ کا قصہ معلوم ہو گیا ہوتا تو جانے کتنا ھنسی ھوتیں۔ کہتیں، ذرا سوچو تو اس کا باپ پہلی عالمی جنگ میں زھریلی گیس سے نہیں مرا تھا، خانہ جنگی کے دوران کسی تلوار کے وار کا شکار نہیں ہوا تھا، کسی امیر کاشتکار کی گولی کا نشانہ نہیں بنا تھا۔ اس نے اپنے بستر پر بھی دم نہیں توڑا تھا۔ اس پر تو کوئی ریچھ ٹوٹ پڑا تھا! ان لڑکیوں کا کیا تھا، وہ تو ریچھ کو کہیں دیکھ بھی سکتی تھیں تو صرف کسی عجائب گھر میں...

ھاں فیدوت واسکوف، تم کمانڈنٹ ضرور ہو مگر اس سے کیا ہوتا ھے، اس نے اپنے خیالات کا سلسلہ جاری رکھتے ھوئے سوچا، تم تو کسی دورافتادہ گمنام گوشے سے رینگتے رینگتے اس عہدے تک پہنچے ہو جبکہ یہ لڑکیاں عام سپاھی ھی کیوں نہ سہی، کچھ نہ کچھ سائنس کے بارے میں، سوئی کے مرکزی نقطے سے انحراف کے زاویوں اور زاویے ناپنے کے آلات کے بارے میں اور جانے کاھے کاھے کے بارے میں جانتی تو ھیں۔ باتیں جس انداز سے کرتی ھیں اس سے تو اندازہ ہوتا ھے کہ سات بلکہ شاید نو سال تک تعلیم حاصل کی ھوگی۔ نو میں سے چار گھٹا دو تو پانچ بچے۔ اس کا مطلب یہ ھوا کہ تم نے جتنے برسوں تک تعلیم حاصل کی ھے اس سے بھی زائد برس ان سے پیچھے ھو...

اس کے ان اداس خیالات نے اسے اندھادھند لکڑی پھاڑنے میں الجھا دیا۔ لیکن آخر موردالزام کون تھا؟ بھدےپن سے چلنے والا وہ ریچھ تو بہرحال نہ تھا...

بات کچھ عجیب تھی لیکن واقعہ یہی تھا کہ اس نے اب تک خود کو زندگی میں خوش‌قسمت تصور کیا تھا۔ شاید بہت زیادہ خوش‌قسمتی نہ میسر ھوئی ھو لیکن اس کے لئے شکایت کی گنجائش بھی بہرحال باقی نہ تھی۔ لے دے کے صرف چار سال اسکول میں تعلیم حاصل کی تھی۔ اتنی کم تعلیم کے باوجود اس نے رجمنٹل اسکول کی تربیت مکمل کی تھی اور دس سال کی ملازمت کے دوران سارجنٹ میجر کے عہدے تک پہنچ گیا تھا۔ اس میدان میں ھر بات خوش‌اسلوبی سے پوری ھوتی

قبل از جنگ واقعات میں مارگریتا موشتاکووا (اختصار کے لئے ریتا) کو سب سے اچھی طرح وہ شام یاد تھی جب اس کے اسکول نے سرحدی محافظ سورماؤں کے اعزاز میں تفریحی پروگرام پیش کیا تھا۔ ریتا کو وہ شام کچھ اس طرح یاد تھی جیسے وہ ابھی ابھی ختم ہوئی ہو اور شرمیلا لفٹنٹ اوسیانن سرحد کے قریب واقع اس چھوٹے سے قصبے کے گونج پیدا کرنے والے لکڑی کے فٹ پاتھ پر اس کے ساتھ ساتھ چل رہا ہو۔ لفٹنٹ خود سورماؤں میں سے نہ تھا بلکہ محض اتفاقاً اس وفد میں شامل ہو گیا تھا اس لئے بےحد جھینپا جھینپا سا نظر آ رہا رہا تھا۔

ریتا خود بھی شرمائی ہوئی سی تھی۔ وہ ہال میں بیٹھی رہی تھی اور نہ تو سورماؤں کے سرکاری خیرمقدم میں حصہ لیا تھا، نہ ھی رقص و نغمہ سے شوقیہ دلچسپی لینےوالوں کے پیش کئے ہوئے پروگراموں میں۔ وہ چھت سے اترتی ہوئی، چوھوں کی بھرمار والے تہہ‌خانے میں زیادہ جلدی پہنچ سکتی تھی بہ‌نسبت اس کے کہ تیس سال سے کم عمر والے مہمانوں میں کسی سے بات چیت کے معاملے میں پہل کرتی۔ یہ محض اتفاق تھا کہ لفٹنٹ اوسیانن اور وہ پاس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں اپنے اندر جنبش کرنے تک کی ھمت نہیں کر پا رہے تھے، بس چپ‌چاپ بیٹھے اپنے سامنے نظریں جمائے ہوئے تھے۔ بعد میں کسی نے جرمانہ کھیل شروع کر دیا تھا اور ان دونوں نے ایک بار پھر خود کو ایک دوسرے کے پاس پایا تھا۔ انہیں جرمانے کے طور پر ایک والز ناچنا تھا اور دونوں ساتھ ساتھ ناچے تھے۔ ناچ ختم کر کے دونوں کھڑکی کے پاس کھڑے ہو گئے تھے اور بعد میں... بعد میں وہ اسے گھر تک پہنچانے آیا تھا۔

اور تب ھی ریتا نے اپنی چالاکی کا زبردست مظاھرہ کیا تھا۔ وہ اسے چکردار راستے سے گھر لائی لیکن اب بھی وہ تقریباً خاموش ھی رھا۔ بات‌چیت کرنے کے بجائے وہ سگریٹیں پھونکے چلا جا رھا تھا اور ھر بار سگریٹ سلگانے کے لئے جھینپتے ہوئے ریتا سے اجازت مانگتا تھا۔ اس کے اسی شرمیلے انداز کے باعث جب بھی وہ اجازت مانگتا، ریتا کو اپنے دل کی دھڑکن رکتی ہوئی محسوس ہوتی۔

رخصت ہوتے وقت بھی دونوں نے ھاتھ نہیں ملائے تھے: یونہی

دیتی تھیں لیکن چوکی ابھی تک صحیح و سلامت تھی اور اس کے ساتھ یہ امید بھی برقرار تھی کہ اس کا شوہر زندہ ھے نیز یہ کہ سرحدی محافظین فوجی یونٹوں کے آنے تک مقابلہ کرتے رھیں گے اور کمک آ جانے پر اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے۔ لیکن دن گزرتے گئے، کمک نہ آئی اور سترھویں دن چوکی خاموش ھو گئی۔

ذمےداران ریتا کو محفوظ جگہ پر منتقل کرنا چاھتے تھے لیکن اس نے اگلے مورچوں پر جانے کی اجازت مانگی۔ وہ لوگ اسے سامان کی کسی گاڑی پر زبردستی سوار کر دیتے لیکن چوکی کے نائب سربراہ سینیر لفٹنٹ اوسیانن کی بیوی دو دن کے اندر ھی مورچےبند علاقے کے صدر دفاتر کو پھر واپس آ جاتی۔ آخرکار اسے ایک طبی اردلی کی حیثیت سے بھرتی کر لیا گیا اور چھے ماہ بعد اسے طیارہشکن توپیں چلانے کی تربیت حاصل کرنے کے لئے رجمنٹ کے تربیتی اسکول بھیج دیا گیا۔

سینیر لفٹنٹ اوسیانن جنگ چھڑنے کے دوسرے دن صبح کے وقت ایک جوابی حملے کے دوران ھلاک ھو گیا تھا۔ ریتا کو اس کی اطلاع جولائی میں ملی جبکہ سرحدی محافظین کا ایک سارجنٹ دشمن کے قبضے کے علاقے کو پار کر کے اپنی فوجوں سے آ ملا جسے معجزہ ھی تصور کیا جانا چاھئے تھا۔

اس وقت تک کمان، سورما لفٹنٹ کی بیوہ کی جو کبھی مسکراتی تک نہیں تھی، بےحد مداح ھو چکی تھی۔ خبرناموں میں اس کے تذکرے آئے، اسے مثال کے طور پر پیش کیا گیا اور اس کی ذاتی درخواست منظور کر لی گئی۔ توپچی کی تربیب مکمل کرنے کے بعد وہ چاھتی تھی کہ اسے سرحدی چوکی کے سیکٹر میں بھیج دیا جائے جہاں اس کا شوھر سنگینوں کی جان پر کھیل جانے والی لڑائی میں کام آ گیا تھا۔ اس جگہ محاذ کچھ پیچھے ھٹ آیا تھا: فوجی جھیلوں کی آڑ لیتے تھے، جنگلوں میں چھپ جاتے تھے، خندقوں میں پڑے رھتے تھے اور سابق سرحدی چوکی اور اس چھوٹے سے قصبے کے درمیان کسی جگہ ڈٹے ھوئے تھے جس میں لفٹنٹ اوسیانن اور درجہ نو «بی» کی اسکولی لڑکی کی ملاقات ھوئی تھی...

اب ریتا مطمئن تھی: وہ جو کچھ چاھتی تھی اسے حاصل ھو چکا تھا۔ اب اس کے شوھر کی موت تک اس کی یادداشت کی انتہائی گھرائیوں میں جا پڑی تھی۔ اس کے کرنے کو کام تھا، ذمےداریاں

الجھن کی بات یہ نہیں تھی کہ وہ عمر میں اس سے چھوٹی تھیں۔ وہ تو ابھی محض بچیاں تھیں۔ نہ انھوں نے محبت جانی تھی، نہ مادریت۔ انہیں نہ غم کا تجربہ تھا، نہ مسرت کا۔ وہ بس لفٹنٹوں اور بوسوں کے بارے میں یونہی بک بک، جھک جھک کیا کرتی تھیں اور ریتا کو اب ان سب باتوں سے خاصی جھلاھٹ محسوس ہوتی تھی۔

"اچھا، اب تم لوگ سو جاؤ!.." اس نے کسی کی ایسی ھی باتوں کا ایک اور اعتراف سننے کے بعد اکھڑپن سے آواز دی۔ "اس طرح کی اب اور کچھ بکواس ھوئی تو تمہیں جی بھر کے سنتری ڈیوٹی انجام دینی پڑےگی بلکہ کچھ زیادہ ھی۔"

"ارے ھوگا، ریتا" کریانووا نے الفاظ چبا چبا کے بیزاری سے کہا۔ "انہیں یہ احمقانہ گفتگو کر بھی لینے دو نا۔ اس سے ان کا جی بہلا رھتا ھے۔"

"مجھے ان کے محبت میں مبتلا ھونے پر ذرا بھی اعتراض نہیں۔ لیکن یہ کونوں کھتروں میں بوس و کنار کی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"تو تم ان کے لئے کوئی مثال قائم کرو نا" کریانووا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ریتا اچانک خاموش ھو گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ خود اس کی اپنی زندگی میں محبت جیسی کوئی بات کیسے واقع ھو سکتی تھی۔ اس کے لئے مردوں کا تو اب جیسے وجود ھی ختم ھو چکا تھا۔ کبھی ایک مرد تھا۔ وہ مرد جو سرحدی چوکی کے دفاع کے لئے جنگ کی اس دوسری صبح کو سپاھیوں کو اپنے ساتھ دست بدست لڑائی میں لے گیا تھا۔ اب تو وہ سر کو بلند اور جذبات کو قابو میں رکھتے ہوئے زندگی بسر کر رھی تھی۔ اس تنگ و تاریک آخری رھائش گاہ تک۔

یوم مئی سے ذرا ھی قبل اس توپخانے پر بہت ھی سنگین وقت آ پڑا تھا۔ اسے دو گھنٹوں تک کچھ بہت ھی تیزرفتار جرمن طیاروں «میسر شمیڈس» کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جرمن طیارے اس طیارہ‌شکن توپ چوکی پر انتہائی بلندی سے غوطہ لگا کے آئے اور آگ کی بارش کر دی۔ انھوں نے گولا بارود لانے والی ایک سیدھی سادی، چپٹی ناک والی موٹی لڑکی کو ھلاک کر دیا جو ھمیشہ خاموشی سے کوئی چیز چوستی

"ژینیا، تمھیں تو انگیا کی کوئی ضرورت ھی نہیں!"
"اوہ ژینیا، تمھیں تو کسی میوزیم میں ھونا چاھئے تھا! شیشے کے بکس میں سیاہ مخمل کے اوپر!.."
"بچاری لڑکی!" کریانووا نے ٹھنڈی سانس بھری۔ "ذرا سوچو تو، اتنے خوبصورت جسم کو یونیفارم کے اندر اسیر کر دیا گیا ھے۔ میں تو مر جانا زیادہ پسند کرتی۔"
"خوبصورت ھے" ریتا نے محتاط انداز میں کہا۔ "خوبصورتی جنھیں ملتی ھے وہ شاذ و نادر ھی خوش‌قسمت ھوتی ھیں۔"
"تم اپنے آپ کو ذھن میں رکھ کے یہ بات کہہ رھی ھو کیا؟" کریانووا نے احمقانہ انداز میں ھنستے ھوئے پوچھا۔
ریتا اب بھی خاموش رھی: نہیں، دستے کی نائب کمانڈر کریانووا سے وہ دوستانہ تعلقات قائم کر ھی نہیں سکتی، اس نے سوچا۔
لیکن ژینیا سے اس طرح کے تعلقات ممکن تھے۔
ژینیا سے اس کی دوستی جانے کیسے بس یوں ھی اپنے آپ، کسی تیاری کے بغیر، کسی بنیاد کا پتا چلے بغیر ھی ھو گئی۔ ریتا نے فوراً ھی اسے اپنی زندگی کی تفصیلات بتا دیں۔ اس کا مقصد کچھ تو ژینیا کی سرزنش کرنا، کچھ اس کے لئے ایک مثال پیش کرنا اور تھوڑی بہت ڈینگ مارنا تھا۔ جواب میں ژینیا نے ترس یا ھمدردی کے کسی جذبے کا اظہار نہ کیا۔ اس نے مختصر طور پر کہا:
"تو تمھیں بھی ایک ذاتی صدمے کا جواب دینا ھے۔"
یہ بات کچھ اس انداز سے کہی گئی تھی کہ ریتا کرنل کے بارے میں سب کچھ جاننے کے باوجود پوچھ بیٹھی:
"اور تمھیں بھی؟"
"اب میں بالکل اکیلی ھوں۔ میری ماں، میری بہن اور میرے ننھے بھائی سب کو مشین‌گن کا نشانہ بنا دیا گیا۔"
"کیا وہ لوگ فائرنگ میں پھنس کے رہ گئے تھے؟"
"انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ افسروں کے خاندانوں کو جرمن پکڑ کے لے گئے اور مشین‌گن کے سامنے کھڑا کر دیا۔ استونیا کی ایک عورت نے مجھے سامنے والے مکان میں چھپا دیا اور میں نے یہ سب دیکھا، سب کچھ دیکھا! میری چھوٹی سی بہن سب سے آخر میں گری۔ جرمنوں کو اس پر دوسری بار گولی چلانی پڑی..."

سینے ھیں۔ اس واقعے کے بعد گالیا کی یہ حالت ھو گئی کہ وہ ژینیا کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھاتی تھی۔ چنانچہ اب وہ تینوں ساتھ رھنے لگیں: ریتا، ژینیا اور گالیا۔

توپچی لڑکیوں نے اس خبر پر خاصا احتجاج کیا کہ ان کا محاذ سے کسی ریلوے اسٹیشن پر تبادلہ کیا جا رھا ھے۔ صرف ریتا خاموش تھی۔ وہ دوڑی دوڑی صدر دفاتر گئی جہاں اس نے نقشہ دیکھا اور کہا:

"میرے سیکشن کو بھیج دیجئے۔"

لڑکیوں کو سخت حیرت ھوئی اور ژینیا نے علم بغاوت بلند کر دیا لیکن اگلی صبح اچانک ھی اس کا سارا احتجاج سرد پڑ گیا اور اب وہ بڑی گرمجوشی سے تجویز کی حمایت کرنے لگی۔ اس کے رویے میں تبدیلی کے کیا اسباب تھے، یہ تو کسی کی سمجھ میں نہ آیا لیکن لڑکیوں نے اعتراض کرنا بند کر دیا۔ اس کا مطلب تھا کہ انہیں وھاں جانا تھا کیونکہ ژینیا پر وہ مکمل اعتماد کرتی تھیں۔ باتیں ختم ھو گئیں اور روانگی کی تیاریاں ھونے لگیں۔ نئے مورچے پر پہنچتے ھی اچانک ریتا، ژینیا اور گالیا نے بغیر شکر کی چائے پینا شروع کر دیا۔

تین راتوں کے بعد ریتا کیمپ سے غائب ھو گئی۔ وہ دبے پاؤں فائر انجن کی عمارت سے نکلی، اونگھتے ھوئے اسٹیشن کو سائے کی طرح پار کیا اور ایلڈر کی شبنم سے نہائی ھوئی گھنی جھاڑیوں میں کھو گئی۔ جنگلی راستے سے جس پر گھنی گھاس اگی ھوئی تھی، گزر کے سڑک تک پہنچی اور یہاں اسے جو پہلا ٹرک نظر آیا اس کو روک لیا۔

"دور تک جاؤگی، حسینہ؟" مونچھوں والے سپاھی نے پوچھا۔ رات کو ٹرک گولا بارود کے لئے محاذ کے عقبی علاقے کو جایا کرتے تھے اور ان ٹرکوں کا عملہ قواعد و ضوابط کی خاک بھی پروا نہیں کرتا تھا۔

"کیا مجھے قصبے تک بٹھا لے چلوگے؟"

ٹرک کے پچھلے حصے سے مدد کرنے کے لئے ھاتھ نمودار ھوئے۔ اجازت کا انتظار کئے بغیر ریتا پہیے پر چڑھی اور دوسرے ھی لمحے اندر داخل ھو گئی۔ ان لوگوں نے اسے کرمچ کے ایک ٹکڑے پر بٹھایا اور ایک روئی‌دار جیکٹ اس کے شانوں پر ڈال دی۔

"گھنٹے بھر اونگھ لو..."

"بہرحال ہوشیار رہنا، ریتا!"

ریتا کو کریانووا کی نگاہوں اور مذاق اڑانے والی مسکراہٹوں سے اندازہ ہو گیا کہ اسے اس کے خفیہ طور پر قصبے کو جانے کا علم ہے۔ وہ مسکراہٹیں اس کے دل میں خنجر کی طرح اتر جاتی تھیں جیسے کہ اس نے اپنے آنجہانی شوہر سے سچ مچ غداری کی ہو۔ اس ذہنی اذیت کے باعث اس کے چہرے سے نیلاہٹ جھلکنے لگی تھی اور وہ کریانووا سے الجھنا چاہتی تھی لیکن ژینیا نے باز رکھا۔ وہ ریتا کو پکڑ کے دور گھسیٹ لے گئی:

"ریتا، وہ جو بھی سوچنا چاہے، اسے سوچنے دو!"

ریتا نے خود کو سنبھالا۔ اس نے سوچا جب تک کریانووا اپنی زبان نہیں کھولتی، جب تک واسکوف سے شکایت نہیں کرتی اس وقت تک وہ اس معاملے میں جتنی بھی گندی باتیں سوچنا چاہے، سوچتی رہے۔ واسکوف کو پتا چل گیا تو وہ اس قصے کو اتنا طول دے گا کہ کبھی ختم ہونے کا سوال ہی نہ اٹھے گا۔ ایک معاملہ پہلے ہی ہو چکا تھا: پہلے سیکشن کی دو لڑکیوں کو سارجنٹ میجر نے دریا کے دوسرے کنارے پر پکڑ لیا تھا۔ اس نے ان لڑکیوں کے لئے چال چلن کے سوال پر لیکچر پڑھنا جو شروع کیا تھا تو اس کا سلسلہ پورے چار گھنٹوں تک چلتا رہا تھا۔ دن کے کھانے کے بعد سے رات کے کھانے کے وقت تک۔ اس نے وہ کتاب ان کے اوپر پھینک دی تھی اور اپنی طرف سے بھی لعنت ملامت اور ہدایات کا اضافہ کیا تھا۔ وہ لڑکیاں اس دوران کم از کم تین بار روئی تھیں، اس کے بعد انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ اب کبھی بھی دریا کو پار نہ کریں گی۔ دریا پار کرنا تو درکنار کیمپ سے باہر قدم تک نہ رکھیں گی۔

کریانووا نے اس معاملے میں اپنی خاموشی کا سلسلہ جاری رکھا۔

سفید راتوں — ہوا سے خالی، بےحس و حرکت سفید راتوں کا زمانہ آ گیا۔ غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک کا طویل جھٹپٹا پھولتی ہوئی گھاسوں کی نشہ‌آور مہک سونگھتا رہتا اور توپچی لڑکیاں فائر انجن کی عمارت کے باہر پچھلے پہر تک گیت گاتی رہتیں۔ ریتا اب صرف واسکوف سے بچنے کی کوشش کرتی تھی۔ وہ ہر تین راتوں میں ایک رات کھانے کے بعد کیمپ سے روانہ ہوتی اور صبح کو سپاہیوں کی بیداری کا بگل بجنے سے پہلے ہی واپس آ جاتی۔

ریتا کو صبح کو واپس لوٹنا سب سے زیادہ پسند تھا۔ کسی

کے لئے پہنچ جاتا تھا۔ اور یہی وہ جگہ تھی جہاں ریتا کو نمودار ہونا تھا: درخت کا وہ ٹھنٹھ لٹھوں کی دیوار سے صرف چند قدموں کے فاصلے پر جھاڑیوں کے عقب میں تھا۔

راستے میں اب صرف دو موڑ آنے کو باقی تھے، اس کے بعد سیدھی ایلڈر کی جھاڑیوں کے اندر سے گزر کے وہ ٹھنٹھ تک پہنچ سکتی تھی۔ ریتا پہلے موڑ سے مڑی اور جہاں تھی وھیں جم کے رہ گئی: کوئی شخص سڑک پر کھڑا ہوا تھا، شانے کے اوپر سے گردن موڑکے پیچھے دیکھ رہا تھا۔ طویل قامت اور جسم پر واٹرپروف اور حریف کو فریب دینے والا لبادہ پہنے ہوئے جو اس کے پیچھے ابھر ہوا تھا۔ دائیں ہاتھ میں فیتوں سے بندھا ہوا ایک لمبا سا پیکٹ اور سینے پر ایک چھوٹی مشین‌گن۔

ریتا جھاڑیوں میں گھس گئی جس کی شاخوں نے اسے شبنم سے بھگو دیا لیکن اسے اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔ وہ دم سادھے ہوئے بےحس و حرکت پتیوں سے جو گھنی نہ تھیں، اس عجیب، اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے شخص کو دیکھے جا رہی تھی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی خواب پریشاں سے نکل کے واھاں پہنچ گیا تھا اور اس کی راہ روکے ہوئے تھا۔

جنگل سے ایک اور شخص نمودار ہوا جس کا قد ذرا کم لمبا تھا۔ اس کے سینے پر بھی چھوٹی مشین‌گن لٹک رہی تھی اور ہاتھ میں بالکل ویسا ھی ایک پیکٹ تھا۔ دونوں خاموشی سے سیدھے ریتا کی طرف بڑھنے لگے، شبنم‌آلود گھاس پر فیتےدار لانگ بوٹوں والے قدم چپ‌چاپ رکھتے ہوئے۔

ریتا نے مٹھی منہ میں رکھ کے اس پر اپنے دانت اتنی سختی سے جما لئے کہ تکلیف محسوس ہونے لگی۔ اس نے سوچا کچھ بھی ہو اسے ذرا بھی جنبش نہ کرنی چاھئے، قطعاً چیخ نہ نکالنی چاھئے، جھاڑیوں سے نکل کے بھاگنا نہ چاھئے۔ وہ اس کے بالکل قریب سے گزرے اور اس سے قریب والے شخص کا شانہ ان شاخوں سے رگڑ کھا گیا جن کے عقب میں وہ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ چپ‌چاپ ذرا بھی آواز پیدا کئے بغیر، سایوں کی طرح چلتے ہوئے آگے نکل کے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

ریتا نے ذرا دیر تک انتظار کیا لیکن اور کوئی نہ آیا۔ تب وہ چپکے سے باھر نکلی، جھپٹ کے سڑک پار کی، پھاند کے ایک جھاڑی میں داخل ہوئی اور واھاں کھڑی ہو کے سننے لگی۔

ہوئی تھی۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ننگے پیر جنگلوں میں آوارہ‌گردی کرتی رہی ہے، اس نے سوچا۔ ہونہہ، تو ان دنوں لڑائی یوں لڑی جا رہی ہے!

"ہر ایک! رائفلیں اٹھاؤ اور فوراً قطار میں کھڑی ہو جاؤ! کریانووا کو بلاؤ! دوڑو!"

وہ دونوں مخالف سمتوں میں لپکے: ریتا فائر انجن کی عمارت کو اور وہ خود سگنل باکس کو جہاں ٹیلی‌فون لگا ہوا تھا۔ اسے بس ایک ہی فکر تھی اور وہ یہ کہ بات کرنے کے لئے لائن مل جائے!..

"«صنوبر»!.. «صنوبر»!.. اوہ میرے خدا! یہ لوگ یا تو سوتے رہتے ہیں یا لائن خراب رہتی ہے... «صنوبر»!.. «صنوبر»!.."

"«صنوبر» بول رہا ہوں۔"

"نمبر سترہ بول رہا ہوں۔ مجھے تیسرے سے ملا دو۔ فوری ضرورت ہے۔ ہنگامی صورت حال!.."

"ملا رہا ہوں۔ چیخنے چلانے کی کیا ضرورت ہے... ہونہہ، ہنگامی صورت حال!.."

ذرا دیر تک کچھ عجیب سیٹیوں اور بڑبڑانے کی آوازیں سنائی دیں پھر دور سے آتی ہوئی کسی آواز نے دریافت کیا:

"واسکوف، یہ تم ہو؟ کیا بات ہے؟"

"میں واسکوف بول رہا ہوں، کامریڈ تیسرے۔ ہمارے مورچے کے قریب جنگل میں جرمن موجود ہیں۔ آج ہم نے ان میں سے دو کو دیکھا ہے..."

"کس نے دیکھا ہے؟"

"جونیر سارجنٹ اوسیانینا نے..."

کریانووا وہاں پہنچ گئی۔ وہ اپنی فوجی ٹوپی نہیں پہنے ہوئے تھی اور اس نے واسکوف کو اپنے سر کی جنبش سے سلام کیا جیسے کہ وہ ابھی ابھی تقریب میں حصہ لینے کے لئے پہنچی ہو۔

"کامریڈ تیسرے، میں نے عملے کو چوکنا کر دیا ہے۔ میرا ارادہ جنگل کو چھان مارنے کا ہے..."

"ذرا ٹھہرو واسکوف۔ اس مسئلے پر کچھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم لوگ تمہارے مورچے کو غیرمحفوظ چھوڑ دیں گے تو کوئی بھی ہمیں شاباشی نہ دے گا۔ یہ تمہارے جرمن آخر تھے کس طرح کے؟"

"ژینیا، گالیا، لیزا..."
سارجنٹ میجر کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔
"ذرا ٹھہرو بھی، اوسیانینا! ہم لوگ جرمنوں کو پکڑنے جا رہے ہیں، مچھلیاں پکڑنے نہیں۔ ہمیں ایسی لڑکیوں کی ضرورت ہے جو کم از کم گولی چلانا تو جانتی ہوں..."
"گولی چلا سکتی ہیں۔"
واسکوف شانے اچکانے ہی والا تھا لیکن اس نے صرف یہ کہا:
"ایک اور بات ہے۔ ان میں سے کسی کو جرمن زبان بھی آتی ہے؟"
"مجھے آتی ہے۔"
یہ بات باریک چیخ کی سی آواز میں کہی گئی تھی اور کہنے والی لڑکی بڑھ کے آگے بھی نہیں آئی تھی۔ سارجنٹ میجر کو اس سے واقعی سخت الجھن ہوئی:
"کون بولا تھا۔ مناسب انداز میں اطلاع دو۔"
"سپاہی گورروچ۔"
"اچھا... ہاتھ اوپر اٹھا لو کے لئے جرمن میں کیا کہیں گے؟"
«Hände hoch!»
"درست ہے!" سارجنٹ میجر نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "اچھی بات ہے چلو، گورروچ..."
پانچوں لڑکیاں فوجی ضابطے کے بموجب کھڑی ہو گئیں۔ ان کے چہروں سے بچوں کی جیسی سنجیدگی ٹپکتی تھی لیکن ابھی وہ خوف‌زدہ نہیں نظر آ رہی تھیں۔
"ہم لوگ دو دن کے لئے چل رہے ہیں، یہ ہمیں فرض کر لینا چاہئے۔ ہم اپنے ساتھ راشن اور پانچ پیٹی فی کس کے حساب سے کارتوس لے چلیں گے۔ اب کچھ کھا پی لو۔ خیال رہے کہ تمہارے پیٹ بھرے ہوئے ہوں، پیروں پر موزے وغیرہ ٹھیک ہوں، باقی جسم پر بھی کپڑے وغیرہ درست ہوں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ تیار ہو جاؤ۔ سارے کاموں کے لئے چالیس منٹ کا وقت دیا جا رہا ہے۔ جاؤ، چھٹی... ٹی! کریانووا اور اوسیانینا میرے پاس ٹھہری رہیں۔"
عام سپاہی لڑکیاں ناشتے اور روانگی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئیں اور سارجنٹ میجر دونوں غیرکمیشنڈ افسروں کو

"عجب شیطان تھے وہ بھی۔ شاہراہ ان کے گزرنے کی جگہ نہیں۔ دونوں طرف کے جنگل فن‌لینڈ کی لڑائی میں ہی تباہ ہو گئے تھے۔ سڑک پر چلیں گے تو جلد ہی انہیں گردن سے پکڑ لیا جائے گا۔ نہیں کامریڈ غیرکمیشنڈ افسران، شاہراہ ان کی کشش کا باعث نہیں ہو سکتی تھی... آپ لوگ کھائیے نا، کھائیے۔"

"دراصل وہاں جھاڑیاں ہیں، کہرا بھی ہے" اوسیانینا نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ میں نے دیکھا..."

"اگر یہ خیال تھا کہ آپ کو وہم میں مختلف چیزیں دکھائی دے رہی ہیں تو سینے پر صلیب کا نشان بنانا چاہئے تھا" کمانڈنٹ شکایتی انداز میں بڑبڑایا۔ "آپ کا کہنا ہے کہ ان کے پاس پیکٹ بھی تھے؟"

"جی ہاں اور وہ پیکٹ خاصے وزنی معلوم ہو رہے تھے۔ وہ دونوں انہیں داھنے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے تھے اور وہ بہت سلیقے سے بندھے ہوئے تھے۔"

سارجنٹ میجر نے اپنے لئے ایک لمبی سی سگریٹ بنائی، اسے سلگایا اور کچھ دیر تک ٹہلتا رہا۔ اتنے میں اچانک اس کے ذہن میں اتنی تیزی سے ایک خیال گونجا کہ وہ گھبرا سا اٹھا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ وہ لوگ دھماکے کرنے والا سامان لئے ہوئے تھے۔ میرا خیال درست ہے تو یہ لوگ شاہراہ پر نہ جائیں گے بلکہ ریلوے لائن تک جائیں گے۔ میرا مطلب ہے کیروف لائن۔"

"کیروف ریلوے لائن تک تو بہت طویل راستہ طے کرنا ہوگا" کریانووا نے کچھ شک کے ساتھ کہا۔

"مگر سارے راستے میں جنگل ہی جنگل ہے۔ اور ایسا ویسا جنگل تھوڑی! اس میں تو دو آدمی کیا، چاہے تو پوری فوج چھپ جائے۔"

"اگر یہ بات ہے تو..." اوسیانینا فکرمندی سے بول اٹھی۔ "ریلوے محافظین کو آگاھی دے دی جانی چاھئے۔"

"یہ کام کریانووا کر دیں گی" واسکوف نے کہا۔ "یہ بات وہ میری یومیہ رپورٹ میں شامل کر سکتی ہیں جو شام کو ساڑھے آٹھ بجے دی جاتی ہے، کال نمبر ۱۷۔ ارے اوسیانینا، کھاؤ نا۔ پورے دن سفر کرنا پڑے گا..."

کھوج کرنے والی ٹولی چالیس منٹ بعد تیار ہو کے نکل آئی لیکن

آگے آگے اسکاوٹوں کی طرح چلنا ہوگا۔ ان سے سو میٹر پیچھے اصل ٹیم ہوگی: ہیں..." اس نے دوسروں پر نظریں دوڑائیں، "ترجمان کے ساتھ چلوں گا۔ مزید سو میٹر پیچھے آخری ٹولی ہوگی۔ یہ دونوں ظاہر ہے کہ پہلو بہ پہلو نہ چلیں گی لیکن اس طرح چلیں گی کہ ایک دوسرے کو دیکھتی رہیں۔ دشمن یا کسی مشتبہ چیز کا پتا چلنے کی صورت میں ... کسی جانور یا چڑیا کی جیسی آواز کون نکال سکتی ہے؟"

وہ قہقہہ مار کے ہنس پڑیں، احمق کہیں کی۔

"میں ایک سنجیدہ سوال دریافت کر رہا ہوں! جنگل میں کوئی خود اپنی آواز میں تھوڑی سگنل دیتا ہے۔ جرمنوں کے بھی کان ہیں۔"

لڑکیاں اس کے جواب میں کچھ نہ کہہ سکیں۔

"میں بول سکتی ہوں" آخرکار گوروچ نے شرماتے ہوئے کہا۔ "میں گدھے کی بولی کی نقل اتار سکتی ہوں: ڈھیں — چوں، ڈھیں — چوں!"

"اس علاقے میں گدھے نہیں پائے جاتے" سارجنٹ میجر نے ناراضگی سے تبصرہ کیا۔ "اچھی بات ہے، ہمیں مرغابیوں کی بولی بولنا سیکھ لینا چاہئے۔"

اس نے مرغابیوں کی بولی کی نقل اتاری اور وہ سب زور زور سے ہنسنے لگیں۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اچانک لڑکیاں کس بات پر اتنی زیادہ خوش ہو گئی ہیں لیکن اس نے خود کو بھی مسکراتے ہوئے پایا۔

"اسی آواز سے نر، مادہ مرغابیوں کو پکارتا ہے" اس نے وضاحت کی۔ "اچھا آؤ، اب ہم لوگ کچھ مشق تو کریں۔"

ان لوگوں نے مرغابیوں کی بولی کی خوشی خوشی مشق کی۔ ایک لڑکی نے خاص طور سے کوشش کی۔ یہ وہی سرخ بالوں والی ژینیا تھی ("اوہ، کتنی شاندار لڑکی ہے!" اس نے سوچا، "خدا مجھے اس کی محبت میں مبتلا ہو جانے سے بچائے رکھے، بےحد شاندار لڑکی ہے!") لیکن بہترین نقل اوسیانینا نے کی جو واقعی خاصی باصلاحیت لڑکی تھی۔ دوسری والی نے بھی خراب مظاہرہ نہیں کیا تھا، وہ لیزا تھی نا؟ چھوٹا قد، گٹھا ہوا طاقتور جسم۔ اور یہ کہنا مشکل تھا کہ کہاں زیادہ چوڑی جگہ ہے، شانوں کے پاس یا کولھوں کے پاس۔ بڑی اچھی نقل کی اس نے۔ ہاں، وہ واقعی بالکل ٹھیک تھی

وہ اس سلسلے میں کچھ سخت سست کہنا چاہتا تھا مگر کچھ نہ کہنے ھی کو بہتر تصور کیا کیونکہ ظاھر تھا کہ اس کے ساتھ لڑکیاں بھی تھیں اور ان چیزوں کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔ اس نے رائفل اور پستول کے لئے کافی کارتوس اور اس خیال سے کہ جانے کیا صورت حال پیش آ جائے، دو دستی گولے بھی رکھ لئے۔

ماریا نکی‌فوروونا نے اس پر ایک مضمحل سی، خوف‌زدہ سی نظر ڈالی: وہ تقریباً رو رھی تھی۔ وہ اس کے قریب آئے، اسے چھونے کے لئے اندر ھی اندر تڑپ رھی تھی لیکن اپنی نشست سے جنبش تک نہ کی۔ واسکوف سے اس کی یہ کیفیت دیکھی نہ جا سکی۔ اس نے اس کے سر پر ھاتھ رکھتے ھوئے کہا:

"میں پرسوں لوٹ آؤں‌گا یا زیادہ سے زیادہ بدھ تک۔"

اس کے رخساروں پر آنسو بہہ نکلے اور واسکوف نے سوچا، عورتوں کو کبھی بھی مسرت نہیں نصیب ھوتی! جنگ، مردوں کے لئے تو خیر مذاق ھوتی ھی نہیں لیکن عورتوں کے لئے...

اس نے باھر نکل کے اپنی "ماھر سپاھیوں" کا معائنہ کیا: وہ اپنی رائفلیں یوں اٹھائے ھوئے تھیں جیسے ٹھلنے کی چھڑیاں ھوں۔

واسکوف نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"تیار ھیں؟"

"تیار ھیں" ریتا نے جواب دیا۔

"میں اس وقت سے جونیر سارجنٹ اوسانینا کو اس پوری مہم کے لئے اپنا نائب مقرر کر رھا ھوں۔ میں ایک بار پھر سگنلوں کو یاد دلانا چاھتا ھوں: مرغابی کی بولی دو بار — اس کا مطلب یہ ھوگا کہ چوکس ھو جاؤ، دشمن دیکھ لیا گیا ھے۔ تین بار کا مطلب ھوگا کہ ھر ایک میرے پاس آ جائے۔"

لڑکیاں قہقہے مار کے ھنس پڑیں لیکن اس بار اس نے جان بوجھ کے "دو بار بولی"، "تین بار بولی" کہا تھا۔ وہ چاھتا تھا کہ لڑکیاں ھنس پڑیں تاکہ ان کے حوصلے بلند ھو جائیں۔

"اگلی ٹولی، فارورڈ مارچ!"

وہ روانہ ھو گئیں۔

اوسیانینا اور گداز جسم والی لڑکی دونوں آگے بڑھ رھی تھیں۔ واسکوف نے ان کے جھاڑیوں میں اوجھل ھو جانے تک انتظار کیا پھر اس نے چپ‌چاپ منہ ھی منہ میں سو تک گنتی گنی اور خود بھی

میں ہو اور اسے نامانوس قسم کے بوٹوں کے دھندلے دھندلے سے نشانات دکھائی دے گئے۔ یہ تقریباً ۹ نمبر کے لانگ بوٹوں کے نشانات تھے۔ اس بات سے سارجنٹ میجر نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ نشانات کسی ایسے شخص کے قدموں کے ہیں جو تقریباً دو میٹر لمبا اور دو سو پونڈ سے زائد وزن کا ہوگا۔ صاف ظاہر تھا کہ اس کی لڑکیاں مسلح ہونے کے باوجود اس ڈیل ڈول کے کسی شخص کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھیں۔ کچھ ہی دور جانے کے بعد اسے دوسرے شخص کے قدموں کے نشانات بھی دکھائی دے گئے۔ دونوں طرح کے ان نشانات نے اس کے اس خیال کو تقویت پہنچائی کہ جرمنوں نے دلدلی علاقے سے کنترا کے آگے نکلنے والا راستہ اپنایا ہے۔ ساری باتیں اس کی توقع کے بموجب ثابت ہو رہی تھیں۔

"جرمنوں کو خاصی تیز رفتار سے چلنا پڑےگا" اس نے اپنے ساتھ چلنے والی لڑکی سے کہا۔ "صحیح معنوں میں تیز رفتار سے۔ انہیں کوئی چالیس کلومیٹر طے کرنا ہوں گے۔"

ترجمان لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بالکل نڈھال ہو رہی تھی اور بمشکل رائفل کے کندے کو زمین سے چھو جانے سے بچائے ہوئے تھی۔ سارجنٹ میجر نے متعدد بار اس کی طرف دیکھا۔ براہ راست، بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس کے چہرے پر نظریں جمائیں اور سوچا کہ اس وقت مردوں کی جیسی قلت محسوس کی جا رہی ہے اس کے مدنظر اس لڑکی کے ازدواجی زندگی کی مسرتوں سے آشنا ہونے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ اچانک اس نے پوچھا:

"والدین زندہ ہیں کہ یتیم ہو چکی ہو؟"

"میں یتیم ہو چکی ہوں؟" وہ مسکرائی۔ "بہت ممکن ہے کہ یتیم ہی ہو چکی ہوں۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ یقینی طور پر تمہیں کچھ معلوم نہیں؟"

"ارے کامریڈ سارجنٹ میجر، ان دنوں اس معاملے میں یقینی طور پر کون کچھ کہہ سکتا ہے؟"

"ہاں، یہ تو ٹھیک کہتی ہو..."

"میرے والدین منسک میں ہیں" اس نے رائفل کے ٹھیک سے لٹکے رہنے کے لئے اپنے شانے کو جنبش دی۔ "میں تو ماسکو میں اپنے امتحانات کی تیاریاں کر رہی تھی کہ اتنے میں..."

کے قریب آ گئیں اور جونیر سارجنٹ اوسیانینا اپنی رائفل تانے ہوئے جھپٹ کے اس کے پاس پہنچ گئی:

"کیا ہوا؟"

"کچھ ہو گیا ہوتا تو تم اس وقت تک دوسری دنیا میں فرشتوں کے پاس ہوتیں" واسکوف نے اس کی سرزنش کی۔ "کسی جوان گائے کی طرح چھلانگ مارتی ہوئی آ پہنچیں۔"

واسکوف نے سوچا کہ وہ یقیناً اس کی بات پر برا مان گئی ہے کیونکہ اس کا چہرہ مئی کی صبح کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔ لیکن وہ آخر اور کاھے کی توقع کر سکتی تھی؟ اسے بہرحال سیکھنا تھا۔

"تھک گئیں؟"

"لعنت ہو جو کوئی تھکے!"

یہ سرخ بالوں والی لڑکی تھی جو اوسیانینا کی طرفداری کرتے ہوئے جھنجھلاھٹ سے بول اٹھی تھی۔ صاف ظاھر تھا کہ اوسیانینا کے ڈانٹے جانے سے اسے ٹھیس لگی تھی۔

"اچھا، اچھا ٹھیک ھے" واسکوف نے صلح‌جویانہ انداز سے کہا۔ "راستے میں کیا خاص بات نظر آئی؟ ایک ایک کر کے بتاؤ۔ ھاں، جونیر سارجنٹ اوسیانینا؟"

"کوئی خاص بات تو نہیں دیکھی..." اس نے ذرا ھچکچاتے ہوئے کہا۔ "ھاں، راستے میں ایک موڑ پر ایک شاخ ضرور ٹوٹی ہوئی تھی۔"

"بہت خوب۔ بالکل درست۔ اچھا، اب عقبی ٹولی بتائے۔ سپاھی کوملکووا!"

"کوئی خاص بات نہیں نظر آئی۔ ھر چیز معمول کے مطابق تھی۔"

"جھاڑیوں میں دھکا لگنے سے شبنم گر گئی ھے" لیزا برچ‌کینا جلدی سے بول اٹھی۔ "راستے کے دائیں جانب کی جھاڑیوں پر اب بھی اوس جمی ہوئی ھے لیکن بائیں جانب کی جھاڑیوں کی اوس دھکا لگنے سے گر گئی ھے۔"

"واقعی یہ ھیں شاندار تیز نگاھیں!" سارجنٹ میجر اظہار پسندیدگی کے طور پر کہہ اٹھا۔ "شاباش سرخ فوج کی سپاھی برچ‌کینا! اور پھر راستے پر قدموں کے دو طرح کے نشانات بھی پائے جاتے ھیں۔ یہ ربڑ کے اس قسم کے بوٹوں کے نشانات ھیں جس قسم کے پیراشوٹ

"کاھے کے لئے؟" لیزا برچ‌کینا نے قدرے حیرت سے پوچھا۔
"سپاھی برچ‌کینا کو ترجمان کے سامان کا تھیلا لے کے چلنا ھوگا۔"
"مگر کیوں؟.." گوروچ نے ذرا تیز آواز سے پوچھا۔
"سوالات مت پوچھو۔ کومل‌کووا!"
"جی۔"
"سپاھی چتویرتاک کا سامان تم لے لو۔"
"لاؤ پیاری گالیا، دے دو۔ اور تمہاری رائفل بھی کیوں نہ لے لوں؟"
"بحث مت کرو۔ جو کہا جا رہا ھے وہ کرو۔ ھر ایک کی رائفل خود اس کے پاس رھےگی..."
وہ چیخ رہا تھا، پریشانی اور گھبراھٹ میں مبتلا ھو رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ یہ بہرحال مناسب طریقہ نہیں ھے، چیخ چلا کے تو وہ ان لڑکیوں کو خاک بھی نہ سمجھا سکےگا۔ ھے نا؟ چیختے چیختے اس پر جنونی کیفیت طاری ھو جائے تب بھی کوئی مفید نتیجہ نہ برآمد ھوگا۔ مگر جس طرح یہ لڑکیاں بےجا طور پر بےتکلف ھوتی جا رھی ھیں، مسلسل بک بک کئے جا رھی ھیں اس کی روک تھام کے لئے کچھ نہ کچھ تو بہرحال کرنا ھی ھوگا۔ کسی سپاھی کے لئے برابر باتیں کئے جانا تو ایسا ھی ھے جیسے اس کے جگر میں سنگین چبھو دی جائے۔ یہ بالکل یقینی بات ھے...
"میں ایک بار پھر وضاحت کئے دیتا ھوں تاکہ کوئی غلطی نہ سرزد ھو۔ تم لوگوں کو میرے قدموں پر قدم رکھتے ھوئے پیچھے پیچھے چلنا ھوگا اور ھاں، چکس سے زمین کو ٹٹول لینا..."
"میں ایک بات دریافت کر سکتی ھوں؟"
یا خدا، خاموش رھنا تو ان لڑکیوں کے بس کی بات ھی نہیں، اس نے سوچا۔
"کیا بات ھے، سپاھی کومل‌کووا؟"
"یہ چکس آخر کیا بلا ھوتی ھے، کوئی چیز جس پر بیٹھا جاتا ھے؟"
سرخ بالوں والی لڑکی جان بوجھ کے بےوقوف بن رھی تھی اور یہ

تھی۔ بہار کے ضدی مچھروں کے دل کے دل ان لوگوں کے پسینے سے شرابور جسموں پر منڈلا رہے تھے اور پھپھوندی لگی ہوئی گھاس، پانی میں اگنے والے سڑتے ہوئے خودرو پودوں اور کائی کی تیز بو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

سرد، چپکنے والی دلدل میں ڈنڈوں پر جسموں کا وزن ڈالتے ہوئے لڑکیاں بڑی دشواری سے پیر گھسیٹتی آگے بڑھ رہی تھیں۔ ان کی گیلی اسکرٹیں کولھوں پر چپکی ہوئی تھیں اور رائفلوں کے کندے کیچڑ سے رگڑ کھا رہے تھے۔ سخت کوششوں کے ذریعے ھی ایک ایک قدم آگے بڑھانا ممکن ہو رہا تھا اور واسکوف بہت دھیرے دھیرے چل رہا تھا تاکہ چھوٹے قدوالی گالیا چتویرتاک اس کے ساتھ ساتھ چل سکے۔

وہ سیدھا اس دلدل کے درمیان جزیرے کی طرح ابھرے ہوئے زمین کے چھوٹے سے ٹکڑے کی طرف بڑھ رہا تھا جس پر صنوبر کے دو ٹیڑھے پیڑ جن کی باڑھ نمی کی وجہ سے رک گئی تھی، کھڑے ہوئے تھے۔ وہ پل بھر کے لئے بھی ان پر سے اپنی نظریں نہیں ھٹا رہا تھا اور برابر دوری پر واقع برچ کے ایک خشک پیڑ کو دیکھے جا رہا تھا۔ دائیں یا بائیں جانب دلدل کو پار کرنے کا اور کوئی راستہ نہ تھا۔

"کامریڈ سارجنٹ میجر!.."

"لعنت ہو..." واسکوف نے اپنے ڈنڈے کو زیادہ مضبوطی کے ساتھ زمین پر جمایا اور بمشکل مڑ کے پیچھے دیکھا۔ لڑکیاں گھبرائی اور سہمی ہوئی سی اپنی جگھوں پر بےحس و حرکت کھڑی تھیں۔

"ارے بےحس و حرکت مت کھڑی ہو! کھڑی نہ رہو ورنہ دلدل میں دھنسنے لگوگی!.."

"کامریڈ سارجنٹ میجر، میرا بوٹ پیر سے نکل گیا!.."

یہ چتویرتاک تھی جو اس کے بالکل پیچھے کھڑی تھی اور جس نے تقریباً چیختے ہوئے واسکوف کو یہ اطلاع دی تھی۔ وہ دلدل میں کمر تک دھنسی ہوئی تھی اور اس کے جسم کا بالائی حصہ ننھے سے ٹیلے کی طرح اوپر نکلا ہوا تھا۔ اوسیانینا نے بڑی مشکل سے اس تک پہنچ کے اسے پکڑ لیا۔ پھر انہوں نے ڈنڈے سے دلدل کے اندر ٹٹولنا

فوجی حکم سن کر ہمیشہ فخر سے سر اٹھا کے چلنے لگتے ہیں۔ وہ اس بات کو ایک حقیقت کی حیثیت سے جانتا تھا۔

آخرکار وہ سب لوگ دلدل میں واقع اس چھوٹے سے جزیرے پر پہنچ گئے۔ آخری چند میٹروں کا فاصلہ طے کئے جانے کے سلسلے میں وہ خاص طور سے خوف‌زدہ تھا کیونکہ اس جگہ دلدل نسبتاً زیادہ گہری تھی۔ وہ اس جگہ قدم اٹھا کے قطعی آگے نہیں بڑھ سکتی تھیں۔ انہیں خود کو کسی نہ کسی طرح گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھنا تھا اور اس کے لئے طاقت اور ہوشیاری دونوں کی ضرورت تھی لیکن لڑکیوں نے کسی نہ کسی طرح وہ فاصلہ بھی طے کر ہی لیا۔

جزیرے سے ذرا پہلے مستحکم زمین پر واسکوف کچھ دیر کے لئے ٹھہر گیا۔ اس نے سب لڑکیوں کو اپنے پاس سے ہو کر آگے گزر جانے دیا اور خشک زمین پر پہنچنے میں ہر ایک کی مدد کی۔

"جلدی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سکون سے کام لو۔ یہاں ہم لوگ ذرا دیر دم لیں گے۔"

لڑکیاں دلدل سے نکل کر جزیرے پر پہنچیں اور گزشتہ سال کی کھردری خشک گھاس پر بےڈھنگےپن سے بیٹھ گئیں، گیلے کپڑے، کیچڑ میں لت‌پت اور ہانپتی ہوئی۔ چتویرتاک نے دلدل کو صرف اپنا بوٹ ہی نہیں بلکہ پیر پر لپٹی ہوئی پٹی بھی نذر کر دی تھی۔ اب اس کے پیر پر صرف موزہ باقی رہ گیا تھا اور موزے کے ایک سوراخ سے اس کا انگوٹھا جو سردی سے نیلا پڑ گیا تھا، باہر نکلا ہوا تھا۔

"کیوں کامریڈ سپاہیو، تھک گئیں؟"

لڑکیاں خاموش رہیں۔ صرف لیزا نے جواب دیا:

"ہاں، بالکل نڈھال..."

"تو کچھ دیر آرام کر لو۔ آگے کا سفر نسبتاً آسان ہوگا۔ ہم لوگ برچ کے اس خشک درخت تک پہنچ جائیں گے اور دلدل کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔"

"کاش ہم لوگ کہیں اپنے ہاتھ پیر دھو سکیں" ریتا نے کہا۔

"دوسری طرف ایک نالا بہتا ہے جس کا کنارا رتیلا اور صاف ستھرا ہے۔ اس میں تو نہایا بھی جا سکتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ کپڑے راستے میں چلتے ہی سکھانے پڑیں گے۔"

چتویرتاک نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے گھبرا کر پوچھا:

"یہاں جونکیں تو نہیں ہیں؟" گوروچ نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔ وہ واسکوف کے بالکل پیچھے پیچھے آ رہی تھی اور اسے واسکوف کی کوششوں سے تمام سہولتیں حاصل ہو رہی تھیں جس کی وجہ سے اس کا سفر دوسروں کے مقابلے میں آسان ہو گیا تھا۔

"یہاں کوئی بھی جاندار مخلوق نہیں ہے۔ یہ ایک بےجان، بالکل قبر جیسی بےجان جگہ ہے۔"

بائیں جانب ایک بلبلہ ابھر کے پھوٹ گیا اور فوراً ہی دلدل سے ٹھنڈی سانس جیسی بلند آواز پیدا ہوئی۔ اس کے پیچھے ڈر کے مارے کسی کے چیخ نکل گئی اور واسکوف نے وضاحت کی:

"یہ دلدلی گیس ابھر رہی ہے، خوف‌زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ ہم نے اس گیس کو چھیڑ دیا ہے نا..." کچھ سوچتے ہوئے اس نے اپنی بات میں اضافہ کیا: "بڑے بوڑھے کہا کرتے ہیں کہ جنگل کا مالک یہیں رھتا ہے جس کا مطلب ہے شریر بدشکل روح۔ ظاہر ہے کہ محض فرضی کہانیاں ہیں..."

اس کی سپاہی لڑکیاں خاموش رہیں ۔ ان کی سانسیں پھول رہی تھیں، وہ ہانپ رہی تھیں ۔ لیکن وہ آگے بڑھتی جا رہی تھیں، سرکشی اور دلیری کے ساتھ ۔

آخر ان کی جد و جہد کچھ آسان ہو گئی۔ دلیے کی سوجی جیسی گاڑھی کیچڑ کچھ پتلی ہو چکی تھی اور تہہ کچھ مضبوط۔ کہیں کہیں مٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹیلے بھی ملنے لگے تھے لیکن سارجنٹ میجر نے جان بوجھ کے اپنی رفتار تیز نہ کی ۔ سپاہی لڑکیاں قریب آ کے اب چستی کے ساتھ ایک قطار میں آگے بڑھنے لگیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صنوبر کے درخت تک وہ سب تقریباً ایک ساتھ پہنچیں ۔ اس کے آگے کچھ پیڑ، چھوٹے چھوٹے ٹیلے اور بہار کی گھاس والے قطعات ملے ۔ اب صورت‌حال بہت زیادہ بہتر ہو چکی تھی ۔ خاص طور سے اس لئے اور بھی کہ ان کو اپنے آگے زیادہ اونچی زمین ملتی جا رہی تھی ۔ آخرکار انہوں نے خود کو اچانک خشک زمین والے صنوبر کے جنگل میں پایا ۔ وہ خوشی سے جلدی جلدی باتیں کرنے لگیں اور اپنے ڈنڈے پھینک دئے لیکن واسکوف نے ان سے یہ ڈنڈے اٹھوا کے آسانی سے نظر آنے والے صنوبر کے ایک درخت سے لگوا کر کھڑے کر دئے ۔

"ہو سکتا ہے کہ یہ کسی کے لئے مفید ثابت ہوں ۔"

سب سے پہلے اس نے اپنی برجیس، پیر لپیٹنے کی پٹیاں اور انڈرویر دھوئے۔ ان کا پانی اچھی طرح نچوڑنے کے بعد اس نے انہیں سوکھنے کے لئے جھاڑیوں پر پھیلا دیا۔ پھر اس نے جسم پر صابن ملا۔ جسم میں پھرتی اور مستعدی پیدا کرنے کے لئے ذرا دور تک تیزی سے دوڑا اور آخرکار گہرے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ اس نے پانی سے سر باہر نکالا تو برف جیسے پانی نے پل بھر کے لئے اسے سردی سے بالکل بےحال کر دیا۔ سردی کا احساس کم ہوتے ہی اس کا جی چاہا کہ خوشی کے مارے پوری شدت سے چیخ اٹھے۔ لیکن اس نے خود کو اس ارادے سے باز رکھا کیونکہ اسے ڈر تھا کہ اس کی "فوجی" لڑکیاں خوف‌زدہ نہ ہو جائیں۔ اس نے چپ‌چاپ اپنا حلق صاف کیا، مسرت کے کسی احساس کے بغیر جسم پر جہاں جہاں صابن لگا رہ گیا تھا اسے دھویا اور پانی سے نکل کے کنارے پر آ گیا۔ کھردرے فوجی تولیے سے جسم کو رگڑ رگڑ کے سرخ کر لینے کے بعد جان میں کچھ جان آئی تو اس نے پھر سننا شروع کر دیا۔

سارا ماحول کسی دیہی سبزہ‌زار جیسا تھا۔ سب لڑکیاں بیک وقت بول رہی تھیں، اپنا اپنا راگ الاپے جا رہی تھیں اور ہنستی تھیں تو سب ایک ساتھ مل کر۔ اچانک چتویرتاک کی پرمسرت چیخ سنائی دی:

"اوہ ژینیا!"

"کبھی پیچھے نہ ہٹو!" ژینیا نے چلاتے ہوئے کہا اور سارجنٹ میجر کو جھاڑیوں سے پرے پانی میں چھپاکے کی واضح آواز سنائی دی۔

"اچھا تو وہ نہا رہی ہیں..." واسکوف نے اظہار پسندیدگی کرتے ہوئے سوچا۔

اچانک دوسری تمام آوازیں ایک پرمسرت چیخ میں ڈوب گئیں۔ اچھا ہی تھا کہ جرمن وہاں سے بہت دوری پر تھے۔ اس چیخ پر پہلے تو اسے خاصی حیرت ہوئی پھر اسے اوسیانینا کی آواز سنائی دی جس نے تیز لہجے میں چیختے ہوئے کہا:

"ژینیا، فوراً باہر نکل آؤ!"

واسکوف نے مسکراتے ہوئے ایک موٹی سی سگریٹ بنا کے چقماق سے سلگائی اور اپنی پیٹھ کو مئی کے گرم سورج کے رخ پر کرتے ہوئے اطمینان اور مسرت سے کش لینے لگا۔

زیادہ قوت بخش اشیا کو اس نے فی‌الحال بچا رکھنے کا فیصلہ کیا۔ پھر اس نے چتویرتاک کے پیر کے لئے جوتے جیسے پہناوے کا انتظام کیا۔ پیروں پر لپیٹنے کی ایک فالتو پٹی لے کے اس کے پیر پر لپیٹی، اس پر تلے اوپر دو اونی موزے پہنائے (یہ موزے اس کی مکان‌دارنی نے اس کے لئے بنے تھے)، پھر برچ کی تازی چھالوں کا جوتے جیسا ایک ڈھانچا بنایا، اسے کاٹ چھانٹ کے اس کے پیر کے برابر کیا اور ایک پٹی سے اس کے پیر میں باندھ دیا:

"ٹھیک ہے نا؟"

"بالکل ٹھیک ہے۔ بہت بہت شکریہ، کامریڈ سارجنٹ میجر۔"

"اچھا تو اب ہمیں آگے چلنا ہے۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹے تک اور چلنا ہوگا۔ اس کے بعد ہم لوگ جگہ کا جائزہ لےکر اپنے مہمانوں کے خیرمقدم کی تیاری کریں گے..."

اس نے لڑکیوں کو بڑی تیز رفتاری سے چلایا۔ اس کے لئے اور کوئی چارۂ کار ہی نہ تھا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ تیزی سے چلنے سے ان کی اسکرٹیں اور دوسرے چھوٹے کپڑے سوکھ جائیں۔ لیکن لڑکیوں کی حالت ٹھیک رہی۔ انہوں نے اپنی تیز رفتاری ترک نہ کی۔ ردعمل کا اظہار صرف ان کے رخساروں کی تمتماہٹ سے ہوتا تھا اور بس۔

"کامریڈ سپاہیو، ہمیں آگے بڑھتے رہنا چاہئے! میرے پیچھے پیچھے، دوڑتے ہوئے!"

جب تک اس کی سانس بری طرح نہیں پھولنے لگی، وہ دوڑتا رہا۔ اس کے بعد اس نے لڑکیوں کو عام رفتار سے چلنے کا موقع اور کچھ دم لینے کا وقت دیا۔ تب اس نے ایک بار پھر حکم دیا:

"میرے پیچھے پیچھے، دوڑتے ہوئے!"

آفتاب غروب ہو رہا تھا تو یہ لوگ واپ جھیلؔ کے کنارے پہنچ گئے۔ جھیل کا پانی بھاری پتھروں کے درمیان چپ چاپ ہلکورے کھا رہا تھا اور ان لوگوں کو صنوبر کی پتیوں کی شام کے وقت کی سرسراہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ سارجنٹ میجر نے بڑے انہماک سے افق پر نظریں دوڑائیں لیکن اسے کہیں بھی کسی کشتی کا سراغ نہ ملا۔ سرگوشی کرتی ہوئی ہلکی ہلکی ہواؤں کو اس نے بہت سونگھا لیکن اس کے دل میں کہیں دھوئیں کی موجودگی کا ہلکا سا شائبہ

کے لئے اسی کی کوششوں کے محتاج تھے۔ وہ گرمیوں میں کھیتی کا کام کرتا اور سردیوں میں شکار کھیلتا تھا۔ اس کی عمر بیس سال سے آگے بڑھی تب ہی کہیں جا کر اسے پتا چلا کہ ہفتے میں ایک آدھ روز آدمی سے آرام کرنے کی توقع بھی کی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ بری فوج میں بھرتی ہوا۔ اس کی یہ زندگی کوئی کنڈر گارٹن جیسی تھوڑی تھی... فوج مستقل مزاج اور قابل اعتبار لوگوں کی عزت کرتی تھی اور وہ فوج کی عزت کرتا تھا۔ چنانچہ زندگی کے اس مرحلے پر بھی وہ خود کو اپنی عمر سے زیادہ ہی عمر کا آدمی تصور کرتا رہا اور ترقی کر کے سارجنٹ میجر کے سینیر عہدے تک پہنچ گیا۔ فوجیوں کو سارجنٹ میجر ویسے بھی ہمیشہ معمر آدمی معلوم ہوتا ہے اور یہ ایک عام حقیقت ہے۔

چنانچہ فیدوت واسکوف نے اپنی عمر کو فراموش کر دیا۔ اسے صرف یہ بات یاد رہی کہ وہ تمام عام سپاہیوں اور لفٹنٹوں سے عمر میں بڑا، تمام میجروں کا ہم‌عمر اور کسی بھی کرنل سے عمر میں چھوٹا ہے۔ سوال صرف ملازمت میں سینیر ہونے یا اخلاقی آداب ہی کا نہ تھا۔ اس کا دنیا کو دیکھنے کا طریقہ ہی یہی تھا۔

اسی لئے وہ لڑکیوں کو جو اتفاقاً اس کے زیر کمان آ گئی تھیں، دوسری نسل کی بلندیوں سے دیکھتا رہا۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے اس نے خانہ‌جنگی میں حصہ لیا اور شہر لبیش‌چینسکی کے نزدیک ذاتی طور پر چپائیف* کے ساتھ چائے پی ہو۔ اس کے اس طرز فکر میں نہ کسی منطق کا ہاتھ تھا، نہ کسی شعوری کوشش کا۔ دراصل اس کا مزاج ہی کچھ ایسا تھا۔

واسکوف کے دل میں کبھی خیال بھی نہیں پیدا ہوا تھا کہ اس کا طرز عمل اس کی عمر سے زیادہ عمر والے آدمی جیسا ہے۔ اس بارے میں صرف اس خاموش اور منور رات ہی میں اس نے اپنے دل میں کچھ شک سا محسوس کیا۔

لیکن شاید اس شک کا آغاز رات شروع ہونے سے قبل ہی، اس وقت ہو گیا تھا جب انہیں اپنے مورچوں کی جگہوں کا انتخاب کرنا تھا۔ اس کی سپاہی لڑکیاں بھاری پتھروں پر بکریوں کی طرح چھلانگ لگا رہی تھیں۔ اچانک اس نے بھی ان کے ساتھ چھلانگ لگانا

---

*خانہ جنگی کے زمانے کے مشہور سوویت عوامی سورما۔

اس وقت ہوگی جب تم مجھ سے کلہاڑی مانگ کے اپنی معاون لڑکیوں کو سوکھی لکڑی کاٹنے بھیجو۔ اور ہاں، یہ بھی خیال رکھنا کہ صرف وہی شاخیں کاٹنا جن پر کائی کی تہہ نہ جمی ہو اور جو تڑاق سے ٹوٹ جائیں۔ ایسی لکڑی سے آگ تو جلےگی مگر دھواں نہ اٹھےگا۔"

حکم بہرحال حکم ہوتا ہے اور مثال کے طور پر اس نے خود کچھ سوکھی لکڑیاں اکٹھا کر کے آگ جلا دی۔ وہ اوسیانینا کے ساتھ علاقے کا جائزہ لیتے وقت برابر آگ کی طرف دیکھتا رہا مگر دھواں نہیں اٹھ رہا تھا۔ چٹانوں کے اوپر فضا میں کچھ تابناکی ضرور نمایاں ہو گئی تھی مگر اس سے آگ کا پتا لگانے کے لئے کسی شکاری کی تجربےکار نگاہ کی ضرورت تھی اور جرمنوں کے ایسے تجربےکار ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا تھا۔

تینوں لڑکیاں کھانا پکانے میں مصروف تھیں تو واسکوف، جونیر سارجنٹ اوسیانینا اور سپاہی کومل‌کووا نے پہاڑی چوٹی پر بمشکل چڑھ‌کے مورچوں، فائرنگ سیکٹروں اور ریفرنس پوائنٹس کا تعین کیا۔ واسکوف نے لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے ریفرنس پوائنٹس کے فاصلوں کی ذاتی طور پر جانچ کرکے فوجی ضوابط کے بموجب فائرنگ کے نقشے پر ان کی نشان‌دہی کی۔

کھانے کے لئے اکٹھا ہونے کی آواز دی گئی اور سب لوگ اکٹھا ہوتے ہی ایک ساتھ دو دو کر کے بیٹھ گئے۔ کمانڈنٹ کے ساتھ اس کے ڈبے میں عام سپاہی گوروچ کھانے بیٹھی جو بری طرح شرما رہی تھی اور ڈبے سے اپنا چمچ خالی نکال نکال کر زیادہ‌تر کھانا اس کے لئے چھوڑے جا رہی تھی۔ سارجنٹ میجر نے اظہار ناپسندیدگی کرتے ہوئے کہا:

"کامریڈ ترجمان، ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں تمہارا محبوب تھوڑی ہوں۔ آخر تم تر نوالے میرے لئے کیوں چھوڑو۔ ڈٹ کے کھاؤ جیسے کہ کسی سپاہی کو کھانا چاھئے۔"

"ڈٹ ہی کے کھا رہی ہوں" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"جیسے کھا رہی ہو وہ تو میں دیکھ ہی رہا ہوں! بہار کے رک* کی طرح بالکل ہڈیوں کا ڈھانچا تو ہو رہی ہو۔"

"میرے جسم کی بناوٹ ہی ایسی ہے۔"

---

*ایک قسم کا کوا۔

"یہ سوال کوئی معنی نہیں رکھتا، کامریڈ سپاھی۔ احکام جاری ہو چکے ھیں، ان پر عمل کیا جانا چاھئے۔"

"گالیا، تم ھمارا محفوظ مورچہ سنبھالوگی" اوسیانینا نے کہا۔

"کوئی سوال نہیں کرنا ھے، ھر چیز عمدہ اور واضح ھے" کومل‌کووا نے پرمسرت لہجے میں جواب دیا۔

"عمدہ اور واضح ھے، اس لئے اب آپ لوگ مہربانی کرکے اپنے مورچے سنبھال لیں۔"

اس نے لڑکیوں کو ان جھگوں پر مامور کر دیا جن کا اس سے قبل اس نے اوسیانینا کے مشورے سے انتخاب کیا تھا، ھر ایک کی توجہ امتیازی نشانات کی طرف مبذول کرا دی اور ھر ایک کو ذاتی طور پر آگاھی دے دی کہ اسے کسی چوھیا کی طرح خاموشی سے لیٹے رھنا ھوگا۔

"خبردار، جو کسی نے انگلی بھی اٹھائی۔ سب سے پہلے میں ان سے باتیں کروں‌گا۔"

"جرمن زبان میں؟" گوروچ نے ذرا تیز لہجے میں پوچھا۔

"روسی میں!" سارجنٹ میجر نے سخت لہجے میں جواب دیا۔ "وہ نہ سمجھ پائیں‌گے تو تم ترجمانی کروگی۔ میں نے اپنی بات واضح کر دی نا؟"

لڑکیاں خاموش رھیں۔

"لڑائی کے دوران بار بار سر اٹھاکے جھانکتی رھیں تو تمھیں پتا چلےگا کہ یہاں نہ تو ابتدائی طبی امداد کی کوئی ٹیم موجود ھے اور نہ ھی تمھاری مائیں۔"

ماؤں کا تذکرہ کرنا غلط بات تھی، قطعاً غلط بات۔ اور اس غلطی کے احساس سے اسے اپنے اوپر سخت غصہ آیا۔ ظاھر تھا کہ سچ مچ کی لڑائی ھونے والی تھی۔ کسی مقررہ نشانے پر بندوق چلانے کی مشق تھوڑی تھی!

"جرمنوں سے ذرا فاصلے پر رھتے ھوئے لڑنا ٹھیک ھوتا ھے لیکن جب وہ قریب ھوں اور کوئی اپنی رائفل کے بولٹ سے کھڑکھڑاھٹ پیدا کرے تو وہ اس کے جسم کو چھلنی کر دیں‌گے اسی لئے اس وقت تک چپ‌چاپ لیٹی رھنا جب تک میں گولی چلانے کا حکم نہ دوں۔ میری اس ھدایت پر عمل نہ کیا جائےگا تو میرے لئے اس

کا ھاتھ ھے اور وہ بےحد خوف‌زدہ ھو گیا۔ اوسیانینا اس کی چٹان پر چڑھ آئی تھی اور اس کا پیر چھو رھی تھی۔

"جرمن؟.."

"کہاں؟.." اوسیانیا نے دھشت‌زدہ ھو کے پوچھا۔

"لعنت ھو... مجھے ایسا ھی لگا۔"

اس نے ذرا دیر تک اسے دیکھا اور مسکرا دی:

"ذرا دیر اونگھ لیجئے، کامریڈ سارجنٹ میجر۔ میں آپ کا اوورکوٹ اٹھائے لاتی ھوں۔"

"سونے کا تو تصور بھی نہیں کر سکتا، اوسیانینا۔ بس یونہی ذرا سا بھک گیا تھا۔ مجھے سگریٹ پینی چاھئے۔"

وہ نیچے اترا تو اس نے کومل‌کووا کو چٹان کے سائے میں اپنے بالوں کو سنوارتے پایا۔ بال اتنے زیادہ تھے کہ اس کی پیٹھ نظر نہیں آتی تھی۔ اس نے ان میں، جہاں تک ھاتھ پہنچ سکا کنگھی کی۔ پھر اس نے بالوں کے نچلے حصے کو پکڑ کے اوپر اٹھایا تاکہ ان کے سرے تک کنگھی کر سکے۔ اس کے بال گھنے، ملائم اور جلا کئے ھوئے تانبے کے رنگ کے تھے۔ وہ یہ کام کسی عجلت کے بغیر بڑے اطمینان سے کر رھی تھی۔

"میرا خیال ھے کہ رنگے ھوئے ھیں" سارجنٹ میجر نے کہا لیکن فوراً سہم سا گیا کہ وہ اپنی تیزی و طراری سے کوئی جواب دےگی جس سے سارے ضابطے خاک میں مل جائیں گے۔

"یہ قدرتی رنگ ھے۔ میری حالت بڑی خراب نظر آ رھی ھے کیا؟"

"نہیں نہیں، فکر مت کرو۔"

"اور آپ بھی فکر نہ کیجئے۔ لیزا برچ‌کینا نے اپنی آنکھیں کھول رکھی ھیں اور وہ بہت تیز قوت مشاھدہ کی مالک ھے۔"

"اچھی بات ھے، ٹھیک ھے۔ اپنی ضروریات سے فارغ ھو لو اور یہ سلسلہ ختم کرو..."

اوہ میرے خدا، پھر وہ فقرہ اس کے منہ سے نکل گیا! مشکل یہ تھی کہ یہ بات فوجی ضابطوں میں موجود تھی اور ھمیشہ کے لئے اس کے ذھن پر نقش ھوکر رہ گئی تھی۔ تم بس کسی گھنے جنگل کے ریچھ ھو، واسکوف، اس نے سوچا۔

اس کے چہرے سے جھنجھلاھٹ سی ٹپکنے لگی اور اس نے

ہوا تھا، علی‌الصباح سے قبل جیسا اجالا۔ سپاہی گوروچ اپنی چٹان کے عقب میں کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھی۔ منھ ہی منھ میں دعا پڑھنے جیسے آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور واسکوف خلل‌انداز ہونے سے قبل ذرا دیر تک سنتا رہا:

پیدا ہوئے جمود کے برسوں میں جتنے لوگ
ماضی کی ان کے پاس کوئی یاد ہی نہیں ۔
پر روس میں عظیم تغیر کے دور کے
ہم بچوں کے دلوں میں ہر اک یاد ہے مکیں
شعلوں کے اور راکھ کے برسو، کہو، ہمیں
وحشت کی یا امید کی دیتے ہو تم خبر؟
ہیں چھوڑ جاتے جنگ کے، آزادیوں کے دن
پرچھائیاں لہو کی ہمارے ہی چہروں پر...

"یہ تم پڑھ کے کسے سنا رہی ہو؟" اس نے گوروچ کے قریب پہنچتے ہوئے پوچھا۔

ترجمان لڑکی گھبرا گئی (اسے بہرحال چوکسی سے گردوپیش پر نظریں جمائے رکھنے کا حکم دیا گیا تھا!)، اس نے کتاب رکھ دی اور کھڑی ہونے لگی مگر سارجنٹ میجر نے بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا۔

"میں نے پوچھا کہ تم کس کے لئے پڑھ رہی ہو؟"

"کسی کے لئے بھی نہیں ۔ بس اپنے لئے ۔"

"تو بلند آواز سے کیوں پڑھ رہی ہو؟"

"بات یہ ہے کہ یہ شاعری ہے، ہے نا؟"

"بھئی..." واسکوف اس کی بات کو سمجھ نہ سکا۔ اس نے کتاب اٹھا لی ۔ پتلی سی کتاب تھی، گولے پھینکنے والی مشین کے استعمال سے متعلق ہدایات والی کتاب جیسی۔ اس نے اسے الٹ پلٹ کے دیکھتے ہوئے کہا: "تم اپنی آنکھیں چوپٹ کر لوگی۔"

"اجالا تو ہے، کامریڈ سارجنٹ میجر۔"

"ارے میں نے بس یونہی کہہ دیا... اور دیکھو، تمہیں ان پتھروں پر نہ بیٹھنا چاہئے۔ ان کی حرارت جلد ہی ختم ہو جاتی ہے اور یہ آدمی کو پتا چلنے سے قبل ہی اس کے جسم کی گرمی سمیٹ لیتے ہیں۔ اپنے اوورکوٹ پر بیٹھو۔"

"بہت اچھا، کامریڈ سارجنٹ میجر۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

اور اب اسے وہاں سے لوٹ آنا چاہئے مگر اس کے پیر اپنی جگہ سے اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ وہ اس کی اپنی پسند کے عین مطابق لڑکی تھی، جنگلات سے لگاؤ رکھنے والی۔ سردی سے محفوظ رہنے کا کتنے سلیقے سے انتظام کر لیا تھا اور اس کے جسم سے کتنی زیادہ گرمجوشی اور حرارت کرنوں کی طرح چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ بالکل اس روسی آتشدان سے پھیلنے والی گرمی کی طرح جسے ابھی ابھی اس نے خواب میں دیکھا تھا۔

"لیزا، لیزا، لیزاویتا، تم مجھے کوئی خط کیوں نہیں لکھتیں، تم اپنی سچی محبت کا کوئی گیت کیوں نہیں گاتیں یا پھر یہ کہ تم اپنے محبوب کو زیادہ پسند نہیں کرتیں" سارجنٹ میجر نے ایک ہی سانس میں سارے الفاظ اگل دئے۔ اس کے بعد بھونڈےپن سے وضاحت کی: "یہ ہمارے علاقے کا ایک مختصر اور سادہ سا گیت ہے۔"

"اور میرے علاقے کا..."

"بعد میں ہم ساتھ ساتھ گائیں گے۔ میرا مطلب ہے میں اور تم۔ ہم اپنے مقصد اور فریضے کو پورا کر لیں گے اور بعد میں ہم گائیں گے۔"

"سچ کہہ رہے ہیں آپ؟" لیزا مسکرائی۔

"میں تو کہہ ہی چکا ہوں، کہا ہے کہ نہیں؟"

سارجنٹ میجر نے اچانک اسے بڑی زندہ‌دلی سے آنکھ ماری جس پر اس لڑکی سے زیادہ خود اسے حیرت ہوئی۔ پھر اس نے اپنی ٹوپی درست کی اور وہاں سے چل دیا۔ یرچ‌کینا نے پیچھے سے پکارتے ہوئے کہا:

"یاد رکھئے گا کامریڈ سارجنٹ میجر! آپ نے وعدہ کیا ہے!.."

اس نے کوئی جواب نہ دیا لیکن ڈھلواں پہاڑی چوٹی کے آر پار محفوظ مورچے تک سارے راستے میں مسکراتا رہا۔ مورچے پر پہنچ کے اس نے اپنے چہرے سے مسکراہٹ کو زائل ہو جانے دیا اور سپاہی چتویرتاک کے چھپنے کی جگہ کو تلاش کرنے لگا۔

سپاہی چتویرتاک ہوا کے رخ سے بچنے کے لئے ایک ڈھلواں چٹان کی آڑ میں، سب کے سامان کے بنڈلوں پر اپنے اوورکوٹ میں لپٹی لپٹائی، انگلیاں اوورکوٹ کی آستینوں میں چھپائے بیٹھی ہوئی

سارجنٹ میجر نے کچھ سوچ کے اسپرٹ میں تھوڑا سا پانی ملا دیا۔ "اسے پی جاؤ اور بعد میں تھوڑا سا پانی اور پی لو۔"

"نہیں، نہیں..."

"پی جاؤ، بحث مت کرو!.."

"اوہ، آپ اصرار کیسے کر رہے ہیں! میری ماں ڈاکٹر ہیں..."

"یہاں مائیں موجود نہیں ہیں۔ یہاں تو جنگ ہے، جرمن ہیں اور میں، سارجنٹ میجر۔ مائیں نہیں ہیں۔ مائیں صرف انہی کے ہوں گی جو جنگ سے زندہ بچیں گے۔ سمجھ گئیں نا یہ بات؟"

لڑکی نے اسے حلق میں ڈالا تو اس کا گلا گھٹنے سا لگا۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ تھو تھو کرنے لگی۔ واسکوف نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی اور اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے اپنے آنسو پونچھنے کی لاحاصل کوششیں کیں۔ پھر وہ مسکراتے ہوئے کہہ اٹھی:

"ایسا لگتا ہے جیسے میرا سر تیرتا ہوا کہیں چلا جا رہا ہے..."

"کل تم اس کی عادی ہو جاؤ گی۔"

وہ کچھ ٹہنیاں توڑ کے لایا جنہیں اس کے لئے بستر کی طرح بچھا دیا اور اس کے لیٹنے کے بعد اسے اپنے اوورکوٹ سے ڈھکتے ہوئے کہا:

"کامریڈ سپاھی، آرام کرنے کی کوشش کرو۔"

"لیکن کوٹ کے بغیر آپ کیسے کام چلائیں گے؟"

"میں طاقتور اور تندرست ہوں۔ تم میری فکر نہ کرو۔ بس کل تک کسی طرح اچھی ہو جاؤ۔ تم سے میں خاص طور سے درخواست کر رہا ہوں۔"

چاروں طرف گہرا سناٹا چھا گیا۔ جنگل، جھیلوں بلکہ ہوا تک پر جیسے رات کی نیند غالب آ گئی اور سکوت طاری ہو گیا۔ آدھی رات بیت چکی تھی۔ نیا دن شروع ہو رہا تھا لیکن اب بھی جرمنوں کا کہیں پتا نہیں چل رہا تھا۔ ریتا تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سارجنٹ میجر کی طرف دیکھتی تھی اور جب وہ اس کے ساتھ اکیلی رہ گئی تو اس نے پوچھا:

"ہو سکتا ہے کہ یہاں یوں بیٹھے رہنا محض تضیع اوقات ہو؟"

"ہو سکتا ہے کہ تضیع اوقات ہی ہو" سارجنٹ میجر نے ٹھنڈی سانس بھری۔ "لیکن میں ایسا نہیں سمجھتا۔ میرا مطلب ہے کہ اگر تم نے درختوں کے بعض ٹھنٹھوں کو جرمن نہیں تصور کر لیا تھا تو۔"

اس وقت تک وہ جرمنوں کی راہ دیکھنے کا کام ملتوی کر کے

خود ھی کہا تھا کہ ریلوے لائن تک پہنچنے کے سلسلے میں سن‌یوخینا چوٹی ان کے لئے واحد آسان راستہ ھے اور ذرا فاصلے کا تصور تو کیجئے..."

"ذرا ٹھہرو اوسیانینا، ٹھہرو! بےشک اس کا مطلب ۵۰ کلومیٹر یا اس سے کچھ زائد فاصلہ ھوا۔ پھر یہ بھی ھے کہ انہیں غیرمانوس علاقوں سے گزرنا ھے۔ ایک ایک جھاڑی سے خوف‌زدہ ھونا ھے... ھے نا یہی بات؟ ٹھیک کہہ رھا ھوں نا؟"

"ھاں، آپ کا کہنا درست ھے، کامریڈ سارجنٹ میجر۔"

"ھاں، جب یہ معاملہ ھے تو ان لوگوں نے یقیناً کہیں گھنے جنگل میں لیٹ کے طلوع آفتاب تک سونے کا فیصلہ کیا ھوگا۔ اور جب سورج طلوع ھوگا... تو؟.."

ریتا مسکرائی اور وہ دیر تک واسکوف کو دیکھتی رھی، کچھ ایسی نظروں سے جن سے نیک‌دل عورتیں چھوٹے بچوں کو دیکھتی ھیں۔

"تو آپ بھی طلوع آفتاب تک آرام کر سکتے ھیں۔ آپ کو جگا دوں گی۔"

"میرے سو جانے کا سوال ھی نہیں اٹھتا، کامریڈ اوسیانینا... مارگریتا، تمہارا خاندانی نام کیا ھے؟"

"مجھے ریتا کہئے۔"

"سگریٹ چاھئے، کامریڈ ریتا؟"

"میں سگریٹ نہیں پیتی۔"

"جہاں تک ان کے بھی انسان ھونے کا تعلق ھے، میں نے اس بات کو نظرانداز کر دیا تھا۔ ھاں، تم نے ٹھیک ھی کہا کہ انہیں بہرحال آرام کی بھی ضرورت ھوگی۔ ریتا، تمہیں بھی آرام کرنا چاھئے۔ جا کے کچھ دیر سو لو۔"

"جی نہیں، میں سونا نہیں چاھتی۔"

"اچھا تو لیٹ ھی جاؤ، لیٹ کے پیر پھیلا دو۔ شرطیہ کہہ سکتا ھوں کہ تمہارے پیر تھکے ھوئے ھیں۔ تم اتنا چلنے کی عادی تھوڑی ھو۔"

"ذرا بھی نہیں تھکے۔ یقیناً میں اس کی عادی ھوں" ریتا نے مسکراتے ھوئے کہا۔

لیکن سارجنٹ میجر نے اصرار کیا تو وہ اسی جگہ جو ان لوگوں کا محاذ ھونے والی تھی، فر کی ٹہنیوں کے بستر پر جسے

"آؤ، آؤ۔ چتویرتاک اب کیسی ہے؟"
"وہ سو رہی ہے۔ ہم لوگوں نے اسے جگایا نہیں۔"
"بہت اچھا کیا۔ تم میرے قریب ٹھہرو اور پیغام رسانی کا کام کرو۔ لیکن خیال رکھنا کہ دکھائی نہ پڑو۔"
"بہت اچھا" گوروچ نے وعدہ کیا۔

اس اثنا میں مینائیں قریب سے قریب‌تر آتی جا رہی تھیں اور اب واسکوف کو کہیں کہیں جھاڑیوں کی پھنگیوں کی ہلکی ہلکی جنبشیں نظر آنے لگی تھیں ۔ اسے کچھ ایسا لگا کہ بھاری قدموں کے نیچے کسی خشک ٹہنی کے ٹوٹنے کی آواز تک اسے سنائی دی۔ اس کے بعد کچھ دیر کے لئے پھر چاروں طرف سناٹا چھا گیا، یہاں تک کہ مینائیں بھی خاموش سی ہو گئیں لیکن سارجنٹ میجر اچھی طرح جانتا تھا کہ جنگل کے بالکل سرے پر کوئی نہ کوئی جھاڑیوں کے اندر موجود ہے۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ اب وہ لوگ وہاں بیٹھے ہوئے جھانک جھانک کے جھیل کے کنارے کو، دوسری جانب واقع جنگل کو اور ان پہاڑیوں کو دیکھ رہے ہیں جن سے ہو کر ان کا راستہ گزرتا تھا اور جہاں سارجنٹ میجر اور اس کی سپاہی لڑکیاں چھپی ہوئی تھیں ــ لڑکیاں جن کے رخسار سونے کے بعد گلابوں کی طرح سرخ ہو رہے تھے۔

یہ وہ پراسرار لمحہ تھا جب ایک واقعہ غیرمحسوس طور پر دوسرے میں ضم ہو جاتا ہے، جب مدعا نتیجے کی شکل اختیار کرتا ہے، جب موقع وجود میں آتا ہے۔ زمانۂ امن میں اس قسم کے لمحے پر توجہ بھی نہیں مبذول کی جاتی اور وہ گزر جاتا ہے لیکن جنگ میں جب اعصاب انتہائی ہیجان میں مبتلا ہوتے ہیں اور وجود کے بنیادی مفہوم یعنی زندہ بچ جانے کو اولین اہمیت حاصل ہوتی ہے، اس قسم کے لمحات بھیانک طور پر حقیقی اور مادی طور پر قابل احساس بن جاتے ہیں اور ایسا لگتا ہے جیسے یہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہیں گے۔

"چلو بھی، آگے بڑھو بھی..." فیدوت واسکوف منھ ہی منھ میں بڑبڑایا۔

دور جھاڑیاں ہلنے لگیں اور دو افراد نے چوکسی سے جنگل سے باہر قدم رکھا۔ وہ بھورے سبز فریب دینے والے لبادے پہنے ہوئے تھے لیکن سورج کی کرنیں براہ راست ان کے چہروں پر چمک رہی تھیں.

سنگدلی کے ساتھ بڑھ رہے تھے۔ وہ سیدھے اس کی طرف اور اس کی ان سپاہی لڑکیوں کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے جو اب بھاری پتھروں کے عقب میں لیٹی ہوئی تھیں اور ان کے بھرے بھرے جوان رخسار، جیسا کہ اس نے انہیں سکھایا تھا، ان کی رائفلوں کے سرد کندوں سے لگے ہوئے تھے۔

"سولہ ہیں، کامریڈ سارجنٹ میجر" گوروچ نے اتنی آہستگی سے دھرایا کہ وہ اس کی آواز کو بمشکل سن سکا۔

"سو تو میں دیکھ رہا ہوں" اس نے مڑے بغیر جواب دیا۔ "گوروچ، تم مورچے پر جا کے اوسیانینا سے کہو کہ وہ اپنے دستے کو لے کے محفوظ مورچے پر چلی جائے۔ اور کہنا کہ وہ یہ کام انتہائی خاموشی سے انجام دے، سنا تم نے؟.. ٹھہرو، ذرا رکو، برچکینا کو میرے پاس بھیج دینا۔ اور کامریڈ ترجمان، رینگتی ہوئی جاؤ۔ اب سے حالات بہتر ہونے تک رینگتے ہوئے چلا کریں گے۔"

گوروچ رینگتی ہوئی، رک رک کے، احتیاط سے بھاری پتھروں کے درمیان پھسلتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ واسکوف کو خیال آیا کہ اسے کچھ غور و فکر کرنا چاہئے، کوئی فیصلہ کر لینا چاہئے لیکن اس کا ذہن مایوس‌کن طور پر خالی معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے دل میں صرف ایک خواہش پوری شدت کے ساتھ کروٹیں لے رہی تھی جو فوجی تربیت کے تمام برسوں میں اس کے ذہن‌نشیں کرائی گئی تھی اور جو اس وقت اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھی۔ یہ تھی رپورٹ کرنے کی خواہش۔ وہ اس بات کے لئے تڑپ رہا تھا کہ فوراً ہی، ٹھیک اسی لمحے اپنے کسی اعلا افسر کو اطلاع دے کہ صورت‌حال میں تبدیلی واقع ہو گئی ہے اور اس کی کمان میں جو فوجی طاقت ہے اس کے بل بوتے پر اب اس کے لئے کیروف ریلوے یا کامریڈ استالن کے نام والی نہر کا دفاع کرنا ممکن نہیں رہا۔

اس کا دستہ واپس جا رہا تھا۔ اسے کبھی کسی رائفل کے کسی چیز سے ٹکرانے کی اور کبھی کسی پتھر کے اکھڑ کے گرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ یہ آوازیں اس کے جسم پر چوٹ کی طرح گونج پیدا کر رہی تھیں اور حالانکہ جرمن ابھی کچھ فاصلے پر تھے اور ان آوازوں کو سن نہیں سکتے تھے لیکن فیدوت واسکوف پر حقیقی خوف طاری ہو گیا۔ اس نے سوچا کاش اس وقت اس کے پاس ایک مشین‌گن ہوتی، کارتوس کا ایک بکس ہوتا اور ایک ہوشیار اور تیز نائب!

"وہاں کچھ دیر آرام کر لینا، مسلسل دوڑتی نہ چلی جانا۔ اس جزیرے کے بعد تم جلے ہوئے درخت کے ٹھنٹھ تک پہنچنے کی کوشش کرنا جس پر کھڑے ہو کر میں نے دلدل میں قدم رکھا تھا۔ احتیاط سے اس کی طرف بڑھنے کی سمت متعین کرنا۔ یہ ٹھنٹھ نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔"

"بہت اچھا!"

"یہاں کے حالات کی کریانووا کو رپورٹ دینا۔ اس اثنا میں ہم لوگ جرمنوں کو کچھ دیر تک چکر کٹاتے رہیں گے لیکن اس کا سلسلہ ہم زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھ سکتے۔ یہ بات تم بتائے بغیر ہی سمجھ سکتی ہو۔"

"بہت اچھا!"

"ہر چیز ـــ اپنی رائفل، سامان کا تھیلا اور اوورکوٹ، یہاں چھوڑتی جاؤ تاکہ آزادی سے دوڑ سکو۔"

"تو پھر میں اب چل دوں؟"

"اور ہاں سنو، دلدل میں قدم رکھنے سے قبل ڈنڈے کو اٹھانا نہ بھولنا۔"

"بہت اچھا۔ اب میں جاتی ہوں۔"

"جاؤ لیزاویتا۔"

لیزا نے خاموشی سے سر ہلایا اور اس کے پاس سے کچھ ہٹ آئی۔ اس نے اپنی رائفل ایک چٹان سے ٹیک لگا کے کھڑی کر دی اور اپنی چمڑے کی پیٹی سے کارتوس کا کیس نکالنے لگی۔ اس دوران وہ واسکوف کو مسلسل امید بھری نظروں سے دیکھتی رہی لیکن واسکوف جرمنوں کو دیکھ رہا تھا اس لئے وہ لیزا کے چہرے کی پریشانی کو نہ دیکھ سکا۔ لیزا نے دھیرے سے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے اپنی پیٹی کچھ اور کس لی اور سر جھکا کر صنوبر کے جنگل کی طرف دوڑنے لگی، اپنے پیروں کو کچھ گھسیٹتی ہوئی، اس انداز میں جس سے دنیا بھر میں عورتیں دوڑتی ہیں۔

جرمن اب بہت قریب پہنچ چکے تھے۔ ان کے چہرے واضح طور پر دکھائی دینے لگے تھے۔ اور واسکوف پتھروں سے چمٹ گیا۔ جرمنوں پر نگاہ رکھنے کے ساتھ ہی ساتھ وہ صنوبر کے درختوں کے جھنڈ کی طرف بھی دیکھے جا رہا تھا جن کا سلسلہ ڈھلواں چوٹی کے پاس سے شروع ہو کر اس جگہ تک پھیلا ہوا تھا جہاں سے جنگل کا آغاز ہوتا

"حالت خراب نہیں ہے" وہ مسکرانا چاھتی تھی لیکن اس کے لبوں نے اس کی اس خواھش کی تکمیل نہ کی۔ "میں بڑے سکون سے سوئی۔"

"تو وہ لوگ سولہ ھیں" سارجنٹ میجر پرسکون انداز میں بات کرنے کی ھر ممکن کوشش کر رھا تھا، ایک ایک لفظ سوچ سمجھکے منہ سے نکال رھا تھا: "سولہ چھوٹی مشین‌گنیں۔ یہ کچھ کم نہیں ھیں۔ ھم اس طرح کی چیز کو سیدھی ٹکر سے نہیں ختم کر سکتے۔ اور ھم اسے روک بھی نہیں سکتے۔ اور میں سمجھتا ھوں کہ وہ تقریباً تین گھنٹوں میں یہاں پہنچ جائیں گے۔"

اوسیانینا اور کومل‌کووا نے ایک دوسرے کو دیکھا، گوروچ نے اپنے گھٹنوں پر اسکرٹ برابر کی اور چتویرتاک پلک جھپکائے بغیر اسے تکتی رھی۔ جو کچھ ھو رھا تھا وہ سب فیدوت واسکوف کی نگاہ میں تھا۔ وہ سب کچھ دیکھ اور سن رھا تھا حالانکہ وہ بس یونہی سگریٹ پی رھا تھا اور ایسا ظاھر ھوتا تھا کہ اس کی دلچسپی اس وقت صرف اس سگریٹ تک ھی محدود ھے۔ قدرے توقف کے بعد اس نے پھر کہنا شروع کیا:

"میں نے برچ‌کینا کو اپنے کیمپ پر واپس بھیجا ھے لیکن رات شروع ھونے سے قبل ھم وھاں سے کسی کمک کی توقع نہیں کر سکتے۔ مقابلہ شروع کرتے ھیں تو ظاھر ھے کہ اسے رات ھونے تک جاری نہ رکھ سکیں گے۔ ھم کہیں بھی مورچہ قائم کریں اس پر ڈٹے نہ رہ سکیں گے کیونکہ ان کے پاس سولہ چھوٹی مشین‌گنیں ھیں۔"

"پھر کیا ھو؟ کیا ھم بس یونہی دیکھتے رھیں اور وہ لوگ آگے بڑھ جائیں؟" اوسیانینا نے چپکے سے پوچھا۔

"نہیں، ھم انہیں پہاڑی چوٹی کے اوپر سے گزرنے نہیں دے سکتے" اس نے جواب دیا۔ "ھمیں ان کا رخ دوسری طرف پھیرنا چاھئے۔ ان سے جھیل لیگونتوف کے گرد چکر لگوانا چاھئے۔ مگر کیسے؟ یہ ھے اصل سوال۔ ان کا مقابلہ کر کے؟ اس سے تو کام چلنے سے رھا۔ اس لئے تم لوگ اس بارے میں اپنی تجاویز پیش کرو۔"

سارجنٹ میجر کو سب سے زیادہ ڈر اس بات کا تھا کہ لڑکیاں کہیں اس کی پریشاں‌خیالی کا اندازہ نہ لگا لیں، وہ جو کچھ محسوس کر رھا تھا اسے سمجھ نہ جائیں کیونکہ ایسا ھونے کا مطلب

اسکاوٹوں کو بہت پہلے آگے آگے روانہ کر دیا تھا تاکہ اسکاوٹ کس طرح چپ چاپ، کسی کو نظر آئے بغیر ہر قابل تصور رکاوٹ کو پار کرکے اپنے خاص نشانے تک پہنچ جاتے۔ اس نے سوچا کہ اس صورت میں بہتر یہ ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو ان کی نگاہوں میں لے آئے اور خود یہ ظاہر کرے کہ اس نے انہیں نہیں دیکھا... اس طرح بہت ممکن ہے کہ وہ اپنا راستہ بدلنے اور کسی دوسری جگہ کوشش کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ جہاں تک دوسری جگہ کا سوال ہے تو جھیل لیگونتوف کا چکر کاٹ کے گزرنے کے سوا دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے اور اس کا مطلب ہوگا ان کے سفر کے وقت میں چوبیس گھنٹوں کا اضافہ...

پھر اس نے سوچا کہ آخر وہ جرمنوں کو کسے دیکھنے دے؟ چار لڑکیوں اور خود اپنے آپ کو؟ ٹھیک ہے، اس طرح بہت ممکن ہے کہ وہ چھان‌بین کے لئے اپنے اسکاوٹوں کو بھیجیں۔ اس کا سلسلہ تو صرف اسی وقت تک جاری رہ سکتا ہے جب تک وہ یہ نہ معلوم کر لیں کہ ہماری تعداد صرف پانچ ہے۔ اور جب انہیں یہ معلوم ہو جائےگا تب؟.. تب ہوگا یہ کامریڈ سارجنٹ میجر کہ وہ اپنی جگہ ڈٹے رہیں گے۔ وہ تمہیں ایک گولی چلائے بغیر ہی گھیر لیں گے۔ وہ صرف پانچ چاقوؤں کی مدد سے تمہارے گروہ کا صفایا کر دیں گے۔ وہ ایسے احمق تھوڑی ہیں کہ چار لڑکیوں اور ایک سارجنٹ میجر سے جس کے پاس ایک پستول ہے، خوف‌زدہ ہو جائیں۔ وہ محض اتنی سی بات پر بھاگ کے جنگل میں چھپنے سے رہے۔

واسکوف نے اوسیانینا، کومل‌کووا اور گورووچ سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ چتویرتاک نے سوکر بیدار ہونے کے بعد سنتری ڈیوٹی انجام دینے کی پیش‌کش کی تھی۔ اس نے ان تینوں کو کچھ چھپائے بغیر سب بتا دیا اور کہا:

"اگلے گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے میں ہم لوگ کوئی اور بات نہیں سوچتے تو ہر چیز بالکل ویسی ہی ہوگی جیسی میں نے تم لوگوں کو بتائی ہے، اس لئے تیار ہو جاؤ۔"

تیار ہو جاؤ... تیاریاں کرنے کو تھیں ہی کیا؟ دوسری دنیا کے لئے تیاریاں؟ اگر ایسا تھا تو جتنا کم وقت انہیں ملتا اتنا ہی اچھا تھا...

لیکن جہاں تک خود اس کا تعلق تھا تو اس نے ضرور تیاریاں کیں۔ اس نے اپنے تھیلے سے ایک دستی بم نکالا۔ اپنا پستول صاف کیا

سبز دیوار سی نظروں کی راہ روکے کھڑی ہوتی تھی۔ زیس ZEISS دوربینیں اس جگہ کام نہیں دے سکتی تھیں، ان کی مدد سے نہ تو سرگرمیوں کے تیزی سے بدلتے ہوئے مناظر پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی اور نہ ھی اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ ان سرگرمیوں کا سلسلہ جنگل کے اندر کتنی دوری تک پھیلا ھوا ھے۔ واسکوف نے لڑکیوں کی تجویز کو منظور کیا تھا تو دراصل یہی جگہ اس کے ذھن میں تھی۔

اس نے چتویرتاک اور گوروچ کو بالکل وسطی حصے میں تعینات کر دیا تاکہ جرمنوں کے اُن کی طرف توجہ مبذول نہ کرنے کا کوئی امکان باقی نہ رھے۔ اس نے ان کو پڑاؤ کے الاؤ جلانے اور اس بات کا لحاظ رکھنے کی ھدایت کی کہ زیادہ دھواں فضا میں بلند ھو۔ اس نے ان سے شور مچانے اور ایک دوسرے کو زور زور سے پکارنے کو کہا تاکہ سارا جنگل ان کی آوازوں سے گونج اٹھے۔ اس نے ان سے اس بات کا خیال رکھنے کو بھی کہا کہ وہ جھاڑیوں سے دکھائی نہ دیں۔ انہیں ادھر ادھر دھما چوکڑی مچانی تھی لیکن اتنی زیادہ بھی نہیں کہ بناوٹی معلوم ھو۔ اس نے ان سے لانگ بوٹ بلکہ ھر وہ چیز اتار دینے کو بھی کہا جس سے وہ نمایاں طور پر فوجی معلوم ھوتی تھیں — بوٹ، فوجی ٹوپیاں اور پیٹیاں۔

اس خاص علاقے میں لوگوں کی موجودگی کا احساس ھونے کے بعد جرمنوں کے لئے پڑاؤ کے الاؤں سے کترا کے نکلنے کا صرف ایک ھی راستہ تھا یعنی بائیں جانب کیونکہ دائیں جانب پانی کے پاس سے اونچی اونچی چٹانوں کا سلسلہ شروع ھو جاتا تھا اور اس طرف سے گزرنے کی کوئی موزوں راہ موجود نہ تھی۔ تاھم احتیاطی تدبیر کے طور پر واسکوف نے اس جگہ اوسیانینا کو مامور کر دیا اور اسے بھی ادھر ادھر بھاگ دوڑ کرنے، کافی شور مچانے اور الاؤ جلانے کی ھدایات دیں۔ بائیں پہلو کی جو سب سے اھم علاقہ تھا، حفاظت کی ذمےداری اس نے خود سنبھال لی اور مدد کے لئے کوملکووا کو ساتھ لے لیا۔ یہ جگہ اھم‌ترین اس لئے تھی کہ یہاں سے دریا کا موڑ اچھی طرح دکھائی دیتا تھا۔ اس نے سوچا کون جانے جرمن اس سب کے باوجود اپنا خیال بدل دیں اور دریا کو پار کرنے لگیں۔ اس چوکی پر مامور رھنے سے اسے دو یا تین جرمنوں کو ھلاک کرنے کا

اس نے ایک نگاہ سے اس کے ڈیل ڈول کا اندازہ لگایا اور اس [illegible] گود میں اٹھا لیا (جو ۴۸ کلو سے زائد وزن کی [illegible] بازوؤں [illegible] ہوئے تھی [illegible]

[illegible]

[illegible] بالکل چھوٹی سی [illegible] سمجھ [illegible]

واسکوف مذاق میں کچھ کہنا چاہتا تھا کیونکہ [illegible] لڑکی کا اٹھا اٹھائے ہوئے نہیں چل رہا تھا لیکن اس نے [illegible] بالکل مختلف بات کی:

"[illegible] تمہیں دوڑی دوڑی ان جگہوں پر نہ جانا چاہئے جو [illegible] ہوں۔"

پانی تقریباً گھٹنوں گھٹنوں گہرا اور تکلیف‌دہ حد تک سرد تھا۔ گوروچ اپنی اسکرٹ اوپر اٹھائے آگے آگے چل رہی تھی۔ اس کے دبلے پتلے سفید پیر رہ رہ کر چمک رہے تھے اور وہ اپنے جسم کا توازن برقرار رکھنے کے لئے لانگ بوٹوں کو گھماتی جاتی تھی۔ اس نے "پانی تو بالکل جمائے دے رہا تھا" کہتے ہوئے مڑکر پیچھے دیکھا اور فوراً ہی اپنی اسکرٹ نیچے گرا دی جس سے اسکرٹ کا کنارا بھیگ گیا۔ واسکوف غصے سے اس پر چلایا:

"اپنی اسکرٹ اوپر اٹھاؤ!"

یہ سنتے ہی وہ ٹھہر گئی اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا:

"فوجی ضوابط میں تو اس طرح کی کوئی بات نہیں لکھی ہے، سارجنٹ میجر..."

لڑکیاں اب بھی ہنسی مذاق کر سکتی تھیں تو اس کا مطلب یہ تھا کہ حالات بہت زیادہ خراب نہیں تھے، واسکوف نے خلوص دل سے [illegible] کرتے ہوئے سوچا اور جب وہ اپنی چوکی پر [illegible] الاؤ جلا رہی تھی، پہنچا تو اس پر بڑی خوشگوار [illegible] طاری تھی۔ اس نے حتی‌الامکان بلند آواز سے [illegible] ہوئے کہا:

"[illegible] جگہ کھڑی نہ ہوں ذرا تیزی دکھاؤ [illegible]"

[illegible] کچھ فاصلے سے جواباً پکارا:

"[illegible] گھوڑا اور گاڑی لے کے آ جاؤ!.."

کومل‌کووا نے سرگوشی کی:
"میں اسے دیکھ رہی ہوں..."

چشمے کے بہاؤ کے رخ پر کچھ ہی دور آگے اسے ایک اور جرمن کی جھلک نظر آئی۔ وہ دونوں چشمے کے کنارے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ سامان کے تھیلے اب ان کے پاس نہیں تھے اور وہ اپنی چھوٹی مشین‌گنیں بالکل تیاری کی حالت میں آگے تانے ہوئے تھے۔ انہوں نے مخالف سمت والے کنارے پر نظریں دوڑائیں جو اب بھی آوازوں سے گونج رہا تھا۔

واسکوف کا دل ڈوبنے لگا۔ یہ تو اسکاوٹوں کی ٹیم تھی! اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ جرمنوں نے جنگل کی چھان‌بین کرنے، درخت کاٹنے والوں کو گننے اور ان کے درمیان سے آگے نکل جانے کی کوشش کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ساری چیزیں، تمام تفصیلات کا لحاظ رکھ‌کے تیار کیا ہوا سارا منصوبہ، ان لوگوں کی ساری چیخ پکار، دھوئیں دیتے ہوئے الاؤ اور درختوں کی کٹائی — سب کچھ برباد ہوا جا رہا تھا، خاک میں ملا جا رہا تھا۔ جرمن اس سب سے خوف‌زدہ نہیں ہوئے تھے۔ واسکوف نے سوچا کہ اب یہ دونوں چشمے کو پار کریں گے، لپک‌کے جھاڑیوں میں گھس جائیں گے اور لڑکیوں کی آوازوں، جلتی ہوئی آگ اور شور کے رخ پر سانپ کی طرح رینگتے ہوئے آگے بڑھیں گے۔ پھر وہ ہم لوگوں کو ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گن لیں گے، جو کچھ انہیں معلوم ہوگا اس سے نتیجہ نکالیں گے... اور... سمجھ جائیں گے کہ ان کی موجودگی کا پتا لگا لیا گیا ہے...

واسکوف نے بڑی آہستگی سے، ہاتھ کی ایسی ہلکی سی جنبش سے کہ کوئی ٹہنی بھی نہ ہلنے پائے، اپنا پستول نکال لیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ دونوں کا چشمے کو پار کرتے وقت ہی، ان کے کچھ اور قریب آنے سے قبل ہی کام تمام کر دے‌گا۔ صاف ظاہر تھا کہ اس کے بعد دوسرے جرمن باقی چھوٹی مشین‌گنوں سے اسے چھلنی کر دیں گے لیکن اسے امید تھی کہ اس کی سپاہی لڑکیاں کسی نہ کسی طرح بچ نکلیں گی۔ وہ یا تو بھاگ کھڑی ہوں گی یا کہیں چھپ جائیں گی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کاش وہ کسی طرح کومل‌کووا کو راستے سے ہٹا سکے...

اس نے مڑ کے دیکھا: کومل‌کووا اس کے ٹھیک پیچھے گھٹنوں کے

ٹھونسا اور دبکتے ہوئے لپک کے گھنی جھاڑیوں میں پہنچ گیا جہاں اس نے تیزی سے کلہاڑی گھما گھما کے صنوبر کے ایک درخت پر هلہ بول دیا۔

"ارے سنو میں آ رہا ہوں!" اس نے چلا کے کہا اور پھر درخت کاٹنے لگا: "ہم لوگ آ رہے ہیں، ہمارا انتظار کرنا، ارے سن رہی ہو!.."

اس نے اپنی ساری زندگی میں کبھی بھی اتنی تیزی سے درخت نہیں گرائے تھے، حیرت کی بات تھی کہ جانے کہاں سے اس میں اتنی طاقت آ گئی تھی۔ اس نے اپنے شانے سے ڈھکیل کے صنوبر کے ایک درخت کو فر کے کچھ خشک پیڑوں پر گرا دیا جس سے بہت زیادہ آواز پیدا ہوئی۔ تب وہ ہانپ ہانپ کے سانس لیتا ہوا پھر اپنی جگہ پر واپس آیا اور چشمے کی طرف جھانکا۔

کومل‌کووا اب پانی سے نکل کے کنارے پر آ گئی تھی اور اس کے اور جرمنوں کے درمیان پہلو کے رخ سے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے بڑے اطمینان سے اپنی باریک شمیز کو سر کے اوپر سے نیچے کی طرف کھسکایا اور وہ ریشمی کپڑا اس کے جسم سے چپک گیا، گیلے جسم سے جو آفتاب کی ترچھی شعاعوں میں تقریباً برهنہ سا نظر آ رہا تھا۔ بےشک اسے خود بھی احساس تھا کہ وہ کیسی لگ رہی ہے اسی لئے کسی عجلت کے بغیر وہ آگے بڑھی اور ایک لوچدار اور لطیف جھٹکے سے اپنے بال شانوں پر پھیلا دئے۔ ایک بار پھر واسکوف کے وجود کو سیاہ، بھیانک خوف نے جکڑ لیا اور وہ انتظار کرنے لگا جھاڑیوں کے عقب سے گولیوں کی اس بوچھار کا جو اس چمکتے دمکتے جوان جسم کو چھلنی کر کے، توڑ مروڑ کے بیکار کر دینے والی تھی۔

کومل‌کووا نے اپنی دودھیا جلد کی پل بھر کی نمائش کے ساتھ اپنی شمیز کے نیچے سے بھیگی ہوئی انڈرویر اتاری اور پانی نچوڑ کے سوکھنے کے لئے پتھروں پر پھیلا دی۔ پھر اس نے بیٹھ کے اپنے پیر پھیلا دئے اور دھوپ میں بال سکھانے لگی جو زمین تک لٹک رہے تھے۔

مخالف سمت والے کنارے پر خاموشی چھائی ہوئی تھی اور خاموشی ہی چھائی رہی۔ ایک جھاڑی میں بھی سرسراهٹ نہ پیدا ہوئی۔ واسکوف نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا لیکن طے نہ کر پایا

اندیشے کے ساتھ وهاں کھڑا نہیں رہ سکتا تھا کہ جرمن کومل‌کووا کو کسی بھی لمحے هلاک کر سکتے هیں۔ لیکن اسے فوری طور پر کوئی ایسا طریقه سوچنا تھا جس سے اُس کا وهاں سے واپس لوٹنا محض زنده دلی اور هنسی مذاق کی بات معلوم هو تاکه جرمنوں کو بےوقوف بنایا جا سکے۔

"سنو، میں جو کچھ کہه رها هوں اسے سیدھی طرح سے نه سمجھوگی تو میں جوانوں کو اس بات کا موقع فراهم کر دوں‌گا که تم جس حالت میں هو اسی حالت میں وه تمہیں دیکھ لیں!" اچانک اس نے چلاتے هوئے کہا اور پتھر پر سے اس کے کپڑے اٹھا لئے۔ "مجھے پکڑ لو تو جانوں!.."

کومل‌کووا نے جیسا که واسکوف چاهتا تھا، ایک چیخ ماری، اچھل کے کھڑی هوئی اور اس کا تعاقب کرنے لگی۔ واسکوف چشمے کے کنارے ادھر ادھر دوڑتا اور کومل‌کووا کے قریب آ جانے پر هوشیاری سے اسے داؤں دیتا رها۔ پھر وه جھاڑیوں میں گھس کے اس جگه جا کھڑا هوا جہاں جھاڑیاں بہت گھنی تھیں۔

"اچھی بات هے۔ اب اپنے کپڑے پہن لو۔ آگ سے بہت کھیل چکیں!.."

اُس نے اس کی طرف دیکھے بغیر اس کی اسکرٹ بڑھائی لیکن کومل‌کووا نے اسکرٹ نہیں تھامی اور اُس کا هاتھ جوں کا توں بڑھا رہ گیا۔ اسے ایسا لگا جیسے اس کا گالی بکنے کو جی چاهتا هو لیکن وه مڑا تو اس نے سپاهی کومل‌کووا کو زمین پر بیٹھے دیکھا، چہره هاتھوں سے ڈھکا هوا تھا اور هانپنے سے اس کے گول مٹول شانے، شمیز کے تنگ فیتوں کے نیچے سے ره ره کے ابھر رهے تھے...

بعد میں وه لوگ خوب جی بھر کے هنسے۔ بعد میں، جبکه انہیں یقین هو گیا که جرمن دراصل پیچھے هٹ گئے هیں۔ سب لوگ هنسے اور هنستے هی چلے گئے، اوسیانینا پر جس کی آواز چیختے چیختے بیٹھ گئی تھی، گوروچ پر جس نے اپنی اسکرٹ کو جلا کے اس میں ایک سوراخ پیدا کر لیا تھا، چتویرتاک پر جو دھوئیں سے کالی هو گئی تھی، کومل‌کووا پر اور اس کے جرمنوں کو فریب دینے کے طریقے پر، اور خود اس پر، سارجنٹ میجر واسکوف پر۔ لڑکیاں اتنا هنسیں که ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، انہوں نے هنستے

ملتوی کر دیتی- یہ اس کی توقعات کا [illegible] منسوخ نہیں بلکہ صرف ملتوی کر دیتی تھی-

"تمہاری ماں زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہیں گی" لیزا کا باپ اسے سخت لہجے میں آگاہی دیتا-

وہ گزشتہ پانچ برسوں سے ہر روز صبح کو انہی الفاظ سے اس سے آداب تسلیمات کرتا چلا آ رہا تھا- لیزا سور، بھیڑ اور اس بوڑھے گھوڑے کو چارا دینے کے لئے باہر صحن میں چلی جاتی تھی جو اس کے باپ کو اپنے کاموں کے سلسلے میں دیا گیا تھا- تب وہ اپنی ماں کا منہ ہاتھ دھوتی، اسے کپڑے پہناتی اور چمچے سے ناشتہ کراتی- پھر وہ کھانا پکاتی، گھر کی صفائی کرتی اور قریبی گاؤں کی دوکان سے روٹی خرید کے لاتی- جنگلات کے ان علاقوں کی دیکھ بھال بھی کرتی تھی جو اس کے باپ کی نگرانی میں تھے- دوسری لڑکیاں، اس کی سہیلیاں اسکول کی تعلیم مکمل کر چکی تھیں- ان میں سے کچھ دوسری جگہوں پر اپنی تعلیم جاری رکھے ہوئے تھیں، کچھ کی شادیاں ہو چکی تھیں لیکن لیزا کھانا کھلانے، دھلائی کرنے، جھاڑو دینے اور پھر کھانا کھلانے کے کاموں میں مصروف رہتی تھی- اور اپنے لئے آنے والے خوشگوار کل کی راہ دیکھا کرتی تھی-

اس خوشگوار کل کو اس نے اپنے ذہن میں اپنی ماں کی موت سے کبھی بھی وابستہ نہیں کیا تھا- اب تو وہ بمشکل ہی یاد کر پاتی تھی کہ اس کی ماں کبھی صحت مند بھی تھی- اس کے علاوہ لیزا میں اتنی زیادہ زندگی تھی کہ اس کے ذہن میں موت کے تصور کے لئے گنجائش ہی نہیں باقی تھی-

موت کے برعکس جس کے متعلق اس کا باپ اتنی اداس مستقل مزاجی سے اسے احساس دلاتا رہتا تھا، زندگی اس کے لئے ایک ایسا تصور تھی جو حقیقی اور قابلِ فہم تھا- اس کے نزدیک زندگی آنے والے شاندار کلِ میں کہیں موجود تھی اور حالانکہ وہ آبادیوں سے میلوں دوری کے فاصلے پر واقع جنگلات کے اس منطقے سے اب تک کتراتی رہی تھی لیکن لیزا کو پوری طرح یقین تھا کہ جینے کے شایان شان زندگی وجود رکھتی ہے نیز یہ کہ اس زندگی میں خود اس کا اپنا بھی ایک حصہ ہے جس سے اس کے خود کو محروم رکھنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا تھا، ٹھیک اسی طرح جیسے

نہیں تھا۔ اور موسم بہار میں ایک روز اس کا باپ ایک شکاری کو لے کے گھر واپس لوٹا۔

"یہ ہم لوگوں کے یہاں کچھ دنوں تک ٹھہرنا چاھتے ھیں" اس نے اپنی بیٹی سے کہا۔ "لیکن سوال یہ ھے کہ ہم انہیں ٹھہرائیں کہاں؟ تمہاری ماں تو مر رھی ھیں۔"

"گھاس رکھنے کے بالاخانے میں کیسا رھےگا؟" مہمان نے تجویز پیش کی۔

"وھاں لیٹنے کے لئے سردی ابھی کیا کچھ زیادہ نہیں ھے؟" لیزا نے ھچکچاتے ھوئے کہا۔

"آپ لوگ مجھے کوئی پوستین دے سکتے ھیں؟"

اس کا باپ اور مہمان دونوں باورچی‌خانے میں بیٹھے کافی دیر تک وادکا پیتے رھے۔ لکڑی کے تختوں سے بنی ھوئی اوٹ کے دوسری طرف اس کی ماں تکلیف کے ساتھ کھانستی رھی۔ لیزا تہہ‌خانے میں جا کر کرم کلے کا اچار لے آئی۔ اس نے انڈے تلے اور دونوں مردوں کی باتیں سننے لگی۔

زیادہ‌تر باتیں اس کا باپ ھی کر رھا تھا۔ وہ وادکا کے ایک گلاس کے بعد دوسرا گلاس اپنے حلق میں انڈیلتا اور کرم کلے کے اچار کی مٹھی میں اٹھا اٹھا کے اپنے داڑھی والے منھ میں ٹھونستا رہا۔ اس کے منھ میں اچار بھرا رھتا تھا اور وہ باتیں کئے جاتا تھا:

"ذرا ٹھہرو بھی نوجوان، اتنی تیز رفتاری کی ضرورت نہیں۔ زندگی بھی جنگلوں جیسی چیز ھے۔ جہاں زیادہ گھنی ھو وھاں کاٹ چھانٹ کی جانی چاھئے، اسے صاف ستھرا رکھا جانا چاھئے، خود رو پودوں کا خاتمہ کر دیا جانا چاھئے۔ تم اس سے متعلق نہیں ھو؟ نہیں، اتنی تیز رفتاری کی ضرورت نہیں۔ ویسے ھی خشک اور بیمار درختوں اور پیڑوں کے نیچے اگنے والی جھاڑیوں کی بھرمار ھے۔ کیوں، ھے کہ نہیں؟"

"ھاں، اسے صاف ستھرا کیا جانا چاھئے" مہمان نے اتفاق رائے ظاھر کیا۔ "جہاں زیادہ گھنی ھو وھاں کاٹ چھانٹ تو نہ کرنی چاھئے لیکن خود رو پودوں کو نکال باھر کرنا چاھئے۔ ان پر رحم نہ کیا جانا چاھئے۔"

"بالکل ٹھیک ھے" لیزا کے باپ نے کہا۔ "مان لیا۔ لیکن اتنی تیزی سے نہیں۔ ہم فارسٹر لوگ جانتے ھیں کہ جنگلات کے سلسلے

انہیں ہلاک کر کے تنہا لیا جائے گا۔ بے شک [illegible]

[illegible] سکتے [illegible] یہ ممکن بھی ہے۔ لیکن [illegible]

[illegible] اس بات کے لئے کہ [illegible]

[illegible] کے پاس رہ کیا جائے گا؟ خرگوش

[illegible] کی [illegible]

[illegible]

[illegible] کی کوئی [illegible]

[illegible] یا کسی بیرونی [illegible] گئے؟

"کیا آپ مجھے یہ بتائیے [illegible] امیر [illegible] کے زمرے میں تو نہیں شامل کیا [illegible] ہو [illegible] سے پوچھا۔

"میں اور امیر کاشتکار؟" فارسٹر نے [illegible] سانس بھری۔ "بھلا میرے پاس کون سی جائیداد موجود ہے۔ میرے دو امیر کاشتکار، میرے دو ہاتھ، میری بیوی اور بیٹی۔ مجھے امیر کاشتکار قرار دینا ان کے لئے مفید تھوڑی ثابت ہوگا۔"

"ان کے لئے؟.."

"اچھی بات ہے، ہم لوگوں کے لئے!.." لیزا کے باپ نے دونوں گلاسوں میں تھوڑی وادکا انڈیلی اور اپنا گلاس مہمان کے گلاس سے ٹکرایا۔ "میں بھیڑیا نہیں ہوں میرے دوست، میں تو خرگوش ہوں۔" اس کے گلاس میں جو وادکا بچی اسے وہ ایک ہی گھونٹ میں پی گیا اور بھونڈےپن سے ریچھ کی طرح کھڑے ہوتے ہوئے میز سے ٹکرایا۔ چلتے چلتے دروازے میں ٹھہر کے اس نے کہا:

"میں سونے جا رہا ہوں، میری بیٹی تمہیں راستہ بتا دے گی۔"

لیزا ایک کونے میں چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی۔ شکاری مضبوط [illegible] والا ایک شہری نوجوان تھا اور یہ بات اس کے لئے [illegible] کا باعث بنی ہوئی تھی۔ وہ مسحور ہو کر اسے دیکھے جا رہی تھی یہ لحاظ رکھتے ہوئے کہ نوجوان جب اس کی طرف دیکھے تو وہ خود دوسری طرف دیکھنے لگے۔ اسے اس سے آنکھیں چار کرتے ہوئے خوف سا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ ڈر رہی [illegible] کہ وہ اس سے باتیں کرنے لگے اور [illegible] کی باتوں کا جواب دینا اس کے لئے مشکل ثابت ہو یا [illegible] احمقانہ [illegible] بیٹھے۔

پونچھ پونچھکے رکھ رہی تھی۔ اس دوران وہ خوف اور امید کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ آوازوں پر اُس توقع کے ساتھ کان لگائے رہی کہ ابھی وہ آدمی دریچے پر دستک دےگا۔ لیکن اس بار بھی کوئی آواز نہ سنائی دی۔ لیزا نے پھونک مار کے لیمپ بجھایا، اپنے بستر پر جاکے لیٹ رہی اور ماں کے کھانسنے کی آوازیں جن کی وہ عادی ہو چکی تھی اور باپ کے زور زور سے خراٹے لینے کی آوازیں سننے لگی جس نے شام کو کچھ زیادہ ھی پی لی تھی۔

مہمان ہر صبح کو غائب ہو جاتا تھا اور رات کو بھوکا اور تھکن سے نڈھال کافی دیر سے لوٹتا تھا۔ لیزا اسے کھانا دیتی جسے وہ جلدی جلدی لیکن کسی ھوس کے بغیر کھاتا اور لیزا اس کے اُس انداز کو پسند کرتی۔ کھانا ختم کرکے وہ فوراً ھی گھاس رکھنے کے کوٹھے کو چلا جاتا اور لیزا گھر میں ٹھہری رھتی کیونکہ اب اسے اُس کا بستر درست کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

"یہ کیا بات ھے کہ آپ اپنے شکار سے کچھ لے کے واپس نہیں لوٹتے؟" ایک روز اس نے ھمت کرکے اس سے پوچھ ھی لیا۔

"بدقسمتی ھے" وہ مسکرایا۔

"آپ دبلے ہو گئے ھیں" اس نے اُس کی طرف دیکھے بغیر اپنی بات جاری رکھی۔ "اور آپ اسے تعطیل منانا کہتے ھیں؟"

"لیزا، میرے لئے یہ بڑی شاندار تعطیل ھے" مہمان نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔ "بدقسمتی سے اب یہ ختم ہو چکی ھے۔ میں کل رخصت ہو رہا ھوں۔"

"کل؟.." لیزا نے شکستہ‌دلی سے دھرایا۔

"ھاں، کل صبح۔ اور میں ایک بھی چیز کا شکار کئے بغیر جا رہا ھوں۔ مضحکہ‌خیز ھے نا یہ بات؟"

"ھے کیوں نہیں" اس نے اداسی سے کہا۔

ان میں صرف اتنی ھی باتیں ہوئیں لیکن اُس کے گھر کے باھر نکلتے ھی لیزا نے جلدی جلدی باورچی‌خانے میں سب چیزیں درست کیں اور نکل کے احاطے میں آ گئی۔ کافی دیر تک وہ گھاس رکھنے کی جگہ کے گرد منڈلاتی اور مہمان کو ٹھنڈی سانسیں بھرتے اور اپنا حلق صاف کرتے سنتی رہی۔ اُس نے اپنے ناخن چبائے پھر چپ‌چاپ تیزی سے دروازہ کھولا جیسے اسے اپنا ارادہ بدل دینے کا ڈر ہو اور سیڑھی سے کوٹھے پر چڑھ گئی۔

جوتنے کی آواز سنی، مہمان کو ماں سے رخصت ہوتے سنا، مکان کے گیٹ کھلنے کی چرمراھٹ سنی لیکن وہ اپنے بستر پر سونے کا بہانہ کئے لیٹی رہی اور اس کی بند آنکھوں سے دھیرے دھیرے آنسو بہہ نکلے۔

اس کا باپ دن میں کھانے کے وقت گھر لوٹا تو وہ کچھ نشے میں تھا۔ اس نے اپنی ہیٹ سے شکر کے کچھ ڈلے جو ہلکی نیلاھٹ لئے ہوئے تھے، گرائے اور وہ کھڑکھڑاھٹ پیدا کرتے ہوئے میز پر بکھر گئے۔

"ارے واہ" اس نے کہا۔ "وہ جو اپنا مہمان تھا نا، وہ تو یقیناً کوئی بڑا آدمی ھے۔ اس نے حکم دیا کہ ھم لوگوں کو شکر دی جائے۔ سوچو نا، اپنی دوکان میں تو شکر کی جھلک دیکھے ہوئے تقریباً ایک سال پورا ہونے کو ھے۔ اور اب یہ ــ تین کلو شکر مل گئی!.."

وہ اپنی جیبوں کو تھپتھپاتا ہوا خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے تمباکو کے پاوچ سے کاغذ کا ایک مڑا ہوا ٹکڑا نکالتے ہوئے کہا:

"لو، یہ تمہارے لئے ھے!"

«لیزا، تمہیں پڑھنا چاھئے۔ تم نے جنگل میں اپنی رھائش جاری رکھی تو تم بالکل وحشی بن کے رہ جاؤگی۔ اگست میں یہاں آ جاؤ۔ میں ٹکنیکل اسکول میں داخلہ لینے میں تمہاری مدد کروں‌گا اور تم ہوسٹل میں رہ سکوگی۔»

اس کے نیچے اس کے دستخط تھے اور پتا درج تھا۔ بس اور کچھ بھی نہیں ــ آداب تسلیمات تک نہیں ــ

ایک ماہ بعد اس کی ماں کا انتقال ہو گیا۔ اس کا باپ جو زیادہ‌تر خاموش اور اداس رہتا تھا، بری طرح بدمزاج ہو گیا اور مسلسل مےنوشی کرنے لگا۔ لیزا نے پہلے کی طرح اب بھی اپنے آنے والے شاندار کل سے امیدیں وابستہ رکھیں لیکن وہ اس بات کا خاص طور سے خیال رکھنے لگی کہ ان لوگوں سے خود کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنے کمرے کا دروازہ مقفل رکھے جو اس کے والد کے ساتھ شراب پینے کے لئے اس کے یہاں اکٹھا ہوتے تھے۔ اب اس کے آنے والے شاندار کل کا تصور اگست کے مہینے سے گہرے طور پر وابستہ ہو گیا تھا۔ اس نے کاغذ کے اس چھوٹے سے ٹکڑے کو جو

اس بات پر لڑکیوں نے خاصا غلَ غپاڑہ کیا۔ سب نے ایک ساتھ باتیں کرنا اور ھنسنا شروع کر دیا۔ لیزا کی آنکھیں نمناک ھو گئیں اور وہ بھاگ کے جنگل میں چلی گئی جہاں درخت کے ایک ٹھنٹھ پر بیٹھ کے روتی رھی۔ آخرکار ریتا اوسیانینا اسے ڈھونڈتی ھوئی وھاں پہنچی۔

"کیا احمقانہ بات ھے۔ آخر اتنی پریشان کیوں ھوتی ھو؟ زندگی میں جو کچھ سامنے آئے اسے جھیلنا چاھئے۔ آیا سمجھ میں؟"

لیکن لیزا ایسا نہ کر سکی۔ شرمیلےپن کی شدت سے اسے ایسا لگتا جیسے اس کا دم گھٹا جا رھا ھو جبکہ سارجنٹ میجر کمانڈنٹ اپنے مختلف فرائض کی انجام دھی میں مصروف رھتا تھا اور اگر یہ موقع نہ نکل آیا ھوتا تو شاید دونوں ایک دوسرے کو کبھی نظر بھر کے دیکھ بھی نہ پاتے۔ اور یہی وجہ تھی اکہ لیزا جنگلوں میں کچھ اس طرح لپکتی دوڑتی جا رھی تھی جیسے پرندوں کی طرح اڑ رھی ھو۔

"بعد میں ھم لوگ ملَ کر گائیں گے، اتم اور میں، لیزاویتا" سارجنٹ میجر نے کہا تھا۔ "ھم اپنے مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے اور پھر گیت چھیڑیں گے..."

اس کے ان الفاظ کو یاد کر کے لیزا دل ھی دل میں مسکرائی، اس قوی اور پراسرار جذبے سے جھینپی ھوئی جو اس کے دل میں رہ رہ کے کروٹیں لے رھا تھا اور اس کے رخساروں پر بار بار چھا جانے والی سرخی میں جھلکتا تھا۔ ان خیالات اور احساسات میں کھوئی ھوئی وہ صنوبر کے درخت سے آگے نکلَ گئی جو اس کے لئے امتیازی نشان کی حیثیت رکھتا تھا تب کہیں جا کے اسے سہارے کے لئے ڈنڈے کو اٹھانے کا خیال آیا لیکن اس نے سوچا کہ اب ڈنڈے کو اٹھانے کے لئے واپس لوٹنا بےکار ھے۔ کافی گرے ھوئے درخت اور شاخیں قریب ھی موجود تھیں۔ اس نے انھی میں سے لکڑی کا ایک ٹکڑا چن لیا اور سوچا کہ اس سے کام چلَ جائے گا۔

دلدل کو پار کرنے سے قبل اس نے ٹھہرکے ادھر ادھر آوازوں پر کان لگایا پھر تیزی سے بلاجھجک اپنی اسکرٹ اتارکے لکڑی کی اسی بلی کے اوپر باندھ لی، کوٹ اور کمر کی پیٹی درست کی، نیلی فوجی نیکر کو اوپر اٹھایا اور دلدل میں قدم رکھ دیا۔

اس بار رھنمائی کرنے والا کوئی نہ تھا جو کیچڑ میں راستے کی لکیر بناتا جاتا۔

باقی ہے۔ اسے طے کرنا کتنا ہی دشوار کیوں نہ ہو، اس کے خاتمے پر خشک اور مستحکم زمین پر، گھاس اور درختوں والی مانوس زمین پر چل سکےگی۔ لیزا کا ذہن نہانے دھونے کی طرف بھی منتقل ہوا اور اس نے راستے کے پانی کے سب گڑھوں کو یاد کرنا شروع کیا۔ وہ یہ بھی سوچنے لگی کہ ساتھ ہی ساتھ کپڑوں کو بھی پانی میں کھنگالنا مناسب ہوگا یا اس کام کو ریلوے اسٹیشن پر پہنچ جانے تک ملتوی رکھنا۔ ظاہر تھا کہ اب زیادہ فاصلہ طے کرنے کو باقی نہ تھا۔ راستہ اپنے تمام موڑوں کے ساتھ اسے پوری تفصیل سے یاد تھا اور اسے یقین تھا کہ گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد وہ اپنے لوگوں کے درمیان موجود ہوگی۔

آگے چلنا اب زیادہ مشکل ہو گیا۔ وہ گھٹنوں گھٹنوں پانی اور کیچڑ میں چلی جا رہی تھی لیکن ہر قدم اسے دوسرے کنارے سے کچھ اور قریب کر رہا تھا اور اب لیزا کو درخت کا وہ ٹھنٹھ بہت صاف طور پر اپنی ایک ایک دراز کے ساتھ نظر آنے لگا تھا جس پر سے جاتے وقت سارجنٹ میجر نے دلدل میں چھلانگ لگائی تھی۔ اس نے سوچا کہ وہ چھلانگ بھی کتنی دلچسپ اور بےڈھنگی قسم کی تھی۔ سارجنٹ میجر کے جسم کا توازن تقریباً بگڑ ہی تو گیا تھا۔

لیزا کے خیالات ایک بار پھر واسکوف کی طرف منتقل ہو گئے اور وہ مسکرانے لگی۔ اسے یقین تھا کہ کمانڈنٹ اپنی موجودہ مہم کو پایہ تکمیل تک پہنچا دےگا تو وہ دونوں مسرت سے گائیں گے۔ اس نے سوچا کہ اس کو بس ذرا چالاکی سے کام لینا ہوگا، کسی بہانے اسے شام کو اپنے ساتھ جنگل میں لے جانا ہوگا اور بس۔ تب... ہاں، تب معلوم ہو جائےگا کہ جیت کس کی ہوتی ہے: خود اس کی اپنی یا سارجنٹ میجر کی مکان‌دارنی کی جس کی واحد کشش صرف یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ ایک ہی مکان میں رہتی ہے...

زنگ کے رنگ کا بڑا بلبلہ اس کے ٹھیک سامنے زوردار آواز سے پھٹا۔ یہ بات کچھ ایسے اچانک طور پر اس سے کچھ اتنی قریب پیش آئی تھی، یہ بلبلہ کچھ اتنی تیزی سے ابھرا اور پھٹ گیا تھا کہ لیزا غیر ارادی طور پر ایک طرف کو اچانک ہٹ گئی، اتنی تیزی سے کہ اس کے منھ سے چیخ تک نہ نکل پائی۔ وہ ایک ہی قدم الگ ہٹی تھی لیکن فوراً ہی اس کے پیر زمین سے اکھڑ کے کسی

وہ لوگ قہقہے لگا رہے تھے اور ناشتہ کر رہے تھے (ظاہر تھا کہ ناشتے میں وہاں پکائی ہوئی کوئی چیز شامل نہ تھی) تو دشمن ان لوگوں سے کافی دور الگ ہٹ گیا۔ یا زیادہ آسان طور پر یوں کہا جا سکتا تھا کہ دشمن کے فوجی چشمے کے غل غپاڑے والے کنارے، باتیں کرتی ہوئی دیہی عورتوں اور دکھائی نہ دینے والے مردوں سے اپنی جانیں بچانے کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے اور جنگلوں میں کچھ اس طرح غائب ہو گئے جیسے ان کا وجود ہی نہ رہا ہو۔

واسکوف کو یہ بات قطعی پسند نہیں آئی۔ اسے صرف جنگ ہی کا نہیں، شکار کھیلنے کا بھی تجربہ حاصل تھا اور وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ آدمی کو اپنے دشمن پر یا ریچھ پر نگاہ رکھنی چاہئے۔ اس نے سوچا، کون جانے جرمن کس کوشش میں ہوں، کہاں نمودار ہوں، اور کہاں نگاہ رکھنے والے سنتری تعینات کر دیں۔ دراصل یہ صورت‌حال ناقص طور پر شکار کھیلنے کی جیسی تھی جب آدمی کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ریچھ اس کا تعاقب کر رہا ہے یا وہ ریچھ کا۔ اس صورت‌حال سے بچنے کے لئے سارجنٹ میجر نے لڑکیوں کو وہیں چشمے کے کنارے پر چھوڑ دیا اور اوسیانینا کو ساتھ لے کر جرمنوں کی ٹوہ لینے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔

"دیکھو ریتا، مجھ سے بالکل قریب رہنا، میں ٹھہر جاؤں تو تم بھی ٹھہر جانا، میں اچانک بیٹھ جاؤں تو تم بھی بیٹھ جانا۔ جرمنوں سے آنکھ مچولی کھیلنا، موت سے آنکھ مچولی کھیلنے کے مرادف ہے اس لئے ہلکی سے ہلکی آہٹ پر بھی کان لگائے رکھنا، آنکھوں کو ہر وقت چوکنا رکھنا۔"

وہ آگے آگے چل رہا تھا، ایک جھاڑی سے دوسری جھاڑی میں، ایک چٹان سے دوسری چٹان پر۔ اس نے اپنی آنکھوں پر اتنا زور دیا کہ وہ دکھنے لگیں، آہٹ سننے کے لئے کان زمین پر لگایا، مہک کے لئے ہوا کو سونگھا۔ اس کی حالت اس ٹائم بم کی سی تھی جو پھٹ جانے کو بالکل تیار ہو۔ اس نے ہر چیز کا بہت غور سے مشاہدہ کیا، آہٹوں پر اتنی دیر تک کان لگائے رہا کہ وہ بجنے لگے۔ تب اس نے ہاتھ سے ایسا خفیف اشارہ کیا جو بمشکل ہی دکھائی دیا اور اوسیانینا فوراً ہی اس کے پاس پہنچ گئی۔ دونوں نے چپ‌چاپ پھر

ھیں کہ نہیں۔ دیکھو، تمہیں گولی چلنے کی آواز سنائی دے تو یہاں سے فوراً ھی چلی جانا۔ فوراً ھی، سمجھیں؟ اور لڑکیوں کو ساتھ لےکے سیدھی نہر تک مارچ کرنا۔ وھاں جرمنوں کی موجودگی کی رپورٹ دینا حالانکہ میں سمجھتا ھوں ان لوگوں کو اس وقت تک اطلاع مل چکی ھوگی کیونکہ لیزا برچکینا اب اسٹیشن پر پہنچ ھی رھی ھوگی۔ واضح ھو گئی نا میری بات؟"

"لیکن آپ؟" ریتا نے پوچھا۔

"یہ فضول بات ھے، اوسیانینا" سارجنٹ میجر نے اس کو خاموش کرتے ھوئے کہا۔ "ھم لوگ یہاں سانپ چھتریاں یا بیریاں چننے تھوڑی آئے ھیں ۔ ان لوگوں نے مجھے دیکھ لیا تو مجھے زندہ بچ کے نہ جانے دیں گے۔ یہ بالکل یقینی بات ھے اس لئے تم فوری طور پر روانہ ھو جانا ۔ میرا حکم تمہارے لئے پوری طرح واضح ھو گیا نا؟"

ریتا خاموش رھی۔

"اوسیانینا، تم سے کس جواب کی توقع کی جا رھی ھے؟"

"مجھے کہنا چاھئے کہ حکم واضح ھے۔"

سارجنٹ میجر قدرے طنزیہ انداز میں مسکرایا اور کافی جھک کر قریب‌ترین بھاری پتھر کی طرف بڑھنے لگا۔

ریتا اسے غور سے دیکھ رھی تھی پھر بھی اس کی نگاھیں پل بھر کو چوک گئیں اور اسے اوجھل ھوتے نہ دیکھ سکیں: وہ بھوری کائی سے ڈھکے ھوئے بھاری پتھروں کے درمیان اچانک غائب سا ھو گیا ۔ اس کی اسکرٹ اور اس کے کوٹ کی آستینیں گیلی ھوتی جا رھی تھیں اس لئے وہ پیچھے کی طرف رینگ کے درخت کے ایک ٹھنٹھ پر بیٹھ گئی اور جنگل کی پرامن سرسراھٹ پر کان لگا دئے۔

وہ تقریباً پرسکون انداز میں انتظار کرنے لگی کیونکہ اسے پورا یقین تھا کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ نہ رونما ھوگا۔ اس کی ساری تعلیم نے اسے صرف پرمسرت نتائج کی توقع رکھنا سکھایا تھا ۔ اس کی نسل کے لئے کسی مہم کی کامیابی پر شک کرنے کا مطلب تقریباً غداری ھوتا تھا۔ بےشک اسے معلوم تھا کہ خوف اور غیریقینی صورت‌حال کیا چیز ھوتی ھے لیکن کامیابی پر دلی اعتماد ھمیشہ حقیقی حالات سے زیادہ پائیدار ھوتا تھا۔

وہ ھمہ‌تن گوش بنی ھوئی تھی، پوری طرح چوکس اور چوکنا تھی پھر بھی سارجنٹ میجر بالکل اچانک، صنوبر کی شاخوں کی

قریب اور دور پڑے ہوئے ان سب پتھروں کی چھان‌بین کی۔ اس نے اپنی آنکھوں، کانوں اور سونگھنے کی قوت کو تھکا مارا لیکن اسے جرمنوں کا کہیں بھی سراغ نہ ملا۔ اس کی حالت کچھ بہتر ہو گئی۔ اس نے اپنے اندازے کی بنا پر سوچا کہ لیزا برچ‌کینا اب اسٹیشن کے قریب پہنچ چکی ہوگی اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ جرمنوں کی موجودگی کی رپورٹ بھیج دے‌گی، اس طرح جرمن مداخلت‌کاروں کے گرد ایک غیرمرئی جال پھیل جائےگا۔ شام تک یا زیادہ سے زیادہ علی‌الصباح تک کمک یہاں آ جائےگی۔ وہ ان مردوں کو صحیح سمت میں بھیج کر اپنی لڑکیوں کو چٹانوں پر واپس لے جائےگا جہاں وہ محفوظ ہوں‌گی۔ اتنی دور ہوں‌گی کہ گندے الفاظ جو دست بدست لڑائی میں ہمیشہ بکثرت استعمال ہوتے ہیں، ان کے کانوں میں نہ پڑ سکیں‌گے۔

ایک بار پھر اسے اپنی طرف آتی ہوئی لڑکیوں کی آواز کچھ دور سے سنائی دی۔ نہ وہ شور کر رہی تھیں، نہ سرگوشیاں اور نہ ہی ان کی رائفلوں وغیرہ سے کسی قسم کی کھڑکھڑاہٹ پیدا ہو رہی تھی پھر بھی اسے ان کی آمد کا پتا چل گیا حالانکہ وہ ابھی اس سے خاصی دور تھیں۔ اسے یہ اندازہ شاید ان کے ھانپنے کی آواز یا ایوڈی‌کولون کی خوشبو سے ہوا تھا جسے لڑکیاں استعمال کرتی تھیں۔ کچھ بھی رہا ہو بہرحال سارجنٹ میجر نے اپنے مقدر کا شکریہ ادا کیا کہ جرمنوں میں کوئی پیشہ‌ور شکاری نہ تھا۔

وہ سگریٹ پینے کے لئے تڑپ رہا تھا۔ دو گھنٹے سے زائد وہ اس علاقے میں سگریٹ پئے بغیر منڈلاتا رہا تھا۔ دراصل وہ تمباکو کا پاوچ لڑکیوں کے قریب ایک بڑے پتھر پر چھوڑ آیا تھا تاکہ سگریٹ‌نوشی کی خواھش کو دبائے رکھ سکے۔ اب لڑکیوں کی آمد پر اس نے انہیں خاموش رھنے کی آگاھی دینے کے بعد اپنے پاوچ کے بارے میں دریافت کیا۔ اوسیانینا نے مایوسی سے اپنے ھاتھ پھیلائے:

"ارے توبہ، اسے تو میں بھول ھی گئی!.."

سارجنٹ میجر اظہار ناراضگی کے لئے منہ ھی منہ میں کچھ بڑبڑایا: لعنت ہو عورتوں پر، انہیں کبھی بھی کوئی بات یاد نہیں رھتی! کتنا اچھا ہوتا کہ اس کے سپاھی مرد ہوتے! وہ کسی احتیاط کے بغیر ان پر لعنت بھیجتا اور کہتا کہ جاکے پاوچ لے آؤ مگر اس کے بجائے اس نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا:

پاس گھوڑا گاڑی کے لئے پیسے ھی نہیں ھوتے تھے۔ گھر لوٹ کر وہ اپنی نرم آواز میں تپ دق، ٹانسیلس کی بیماری یا ملیریا کے متعلق باتیں کرنے لگتا اور دادی گھر کی بنی ھوئی آلوچے کی خوشگوار شراب کا ایک گلاس اسے انڈیل دیتی۔

ان کا خاندان خاصا بڑا اور متحد تھا: بچے، رشتے کے بھائی بہن، دادی، ماں کی غیرشادی شدہ بہن اور کوئی دور کا رشتےدار۔ گھر میں ایک بھی پلنگ ایسا نہ تھا جس میں کوئی ساجھےدار نہ ھو اور ایک پلنگ پر تو سونے والوں کی تعداد تین رھتی تھی۔

سونیا یونیورسٹی میں پڑھتی تھی تب بھی ایسے لباس استعمال کرتی تھی جن کو اس سے قبل اس کی بہنیں استعمال کر چکی تھیں۔ یہ زیادہ‌تر بھورے رنگ کے ھوتے تھے، گردن پر اُبھرے ھوئے اور زرہ بکتر کی طرح سخت۔ کافی دنوں تک اسے ان لباسوں کے زیادہ وزنی ھونے سے کسی پریشانی کا احساس نہیں ھوا کیونکہ رقص کرنے کے لئے کہیں جانے کے بجائے وہ زیادہ‌تر لائبریری جایا کرتی تھی یا پھر کبھی اتنی زیادہ خوش‌قسمت ھوتی کہ ماسکو آرٹ تھیٹر کا ٹکٹ مل جاتا تو وھاں چلی جاتی۔ فکر اسے اُس وقت پیدا ھونے لگی جب اسے احساس ھوا کہ اس کا پڑوسی جو عینک لگاتا تھا اور جس کے ساتھ وہ لیکچروں میں شریک رھا کرتی تھی، محض اتفاقاً ھی نہیں اس کے پیچھے پیچھے لائبریری آیا کرتا تھا۔ لیکن یہ احساس تو اس کے یونیورسٹی میں داخلہ لینے کے سال بھر بعد موسم گرما میں ھوا تھا۔ اس کے ساتھ سونیا نے گورکی پارک میں صرف ایک ناقابل فراموش شام گزاری تھی۔ اُس کے پانچ دنوں کے بعد اس نے اُس کو بلوک کی نظموں کی پتلی سی کتاب تحفے میں پیش کی تھی اور اس کے بارے میں اگلی بات جو سونیا کو معلوم ھوئی وہ یہ تھی کہ وہ رضاکار کی حیثیت سے محاذ پر چلا گیا تھا۔

ھاں، یونیورسٹی میں زیرتعلیم ھونے کے زمانے میں بھی سونیا نے اپنی بہنوں کے اتارو کپڑے پہنے تھے۔ اس کے لباس لمبے ھوتے تھے اور وزنی، بالکل زرہ بکتر جیسے...

لیکن اس نے یہ کپڑے زیادہ دنوں تک نہیں، صرف سال بھر پہنے۔ اس کے بعد وہ فوجی یونیفارم اور لانگ بوٹ پہننے لگی جو اس کے پیروں کی ناپ سے دو نمبر بڑے تھے۔

اس کے دستے میں مشکل ھی سے اسے جانا پہچانا جاتا تھا کیونکہ

تھی تو اسکرٹ بہت تنگ معلوم ھوتی تھی لیکن خاص بات یه تھی که ژینیا کی قوت آواز پیدا کئے بغیر آگے بڑھنے کی کوشش میں صرف ھو رھی تھی اور کسی دوسرے کام کے لئے ذرا بھی قوت نہیں بچتی تھی۔

واسکوف کا سارا وجود اس پکار پر توجه مبذول کئے ھوئے تھا جو اسے سنائی دی تھی ــ صرف ایک بار فضا میں ابھرنے والی تقریباً بغیر آواز کی اس پکار پر جسے وہ کسی نه کسی طرح سننے میں کامیاب ھو گیا تھا، پہچان گیا تھا اور مطلب سمجھ گیا تھا۔ اس نے اس نوعیت کی پکاریں پہلے بھی سنی تھیں جو دوسری تمام چیزوں کو ذھن سے مٹا دیتی ھیں اور انسان کے وجود میں، اس کے ذھن میں برابر گونجتی رھتی ھیں، گونجتی رھتی ھیں۔ یه ایسی آواز ھوتی ھے جسے ایک بار سننے کے بعد کوئی شخص کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا ــ ایک ایسی آواز جو آدمی کو منجمد کر دیتی ھے، اس کے وجود کو جکڑ لیتی ھے اور اس کے کلیجے میں چبھتی رھتی ھے۔ یہی وجه تھی که سارجنٹ میجر اتنی بجلت سے کام لے رھا تھا۔

یہی وجه تھی که وہ اچانک ٹھہر گیا جیسے کسی دیوار نے اس کا راسته روک لیا ھو اور ژینیا کی جو اس کے پیچھے دوڑتی چلی آ رھی تھی، رائفل کی نال اس کے شانے سے جا ٹکرائی۔ لیکن اس نے کسی ردعمل کے اظہار کے بغیر بیٹھتے ھوئے اپنا ھاتھ زمین پر، پیر کے ایک نشان کے قریب رکھ دیا۔

یه پیر کا ایک چوڑا سا نشان تھا اور زمین پر جوتے کی ڈالی ھوئی لیکریں صاف طور پر نمایاں تھیں ۔

"جرمن؟.." اسے ژینیا کی گرم اور بغیر آواز کی سانس اپنے اوپر محسوس ھوئی۔

سارجنٹ میجر نے کوئی جواب نه دیا۔ اس نے مٹھی اتنی شدت سے بھینچتے ھوئے بند کی که انگلیوں کے جوڑ سفید پڑ گئے۔ ژینیا نے آگے نظریں دوڑائیں تو تازی الٹی پلٹی ھوئی مٹی پر سیاہ دھبے نظر آئے۔ سارجنٹ میجر نے احتیاط کے ساتھ چھوٹا سا ایک پتھر اٹھایا جس پر ایک گاڑھا سیاہ قطرہ پڑا ھوا تھا، کسی زندہ شے کی طرح۔ ژینیا کچھ پیچھے ھٹ گئی، وہ چیخنے کے لئے بےتاب ھو اٹھی لیکن اس چیخ کو اس نے اپنے گلے کے اندر ھی گھونٹ دیا۔

"کومل کووا، آنسو بہانے کا وقت نہیں ہے۔"
وہ کچھ جھک گیا اور قدموں کے بمشکل نظر آنے والے لکیردار نشانات دیکھتا ہوا تیزی سے آگے بڑھنے لگا...

۹

وہ سوچ رہا تھا کہ جرمن سونیا کی گھات میں چھپے ہوئے تھے یا وہ محض اتفاقاً ان کے سامنے آ گئی تھی؟ ہزار لعنت تمباکو کے اس پاوچ پر جسے لانے کی عجلت میں وہ اس راستے پر بےپروائی سے دوڑتی چلی جا رہی ہوگی جسے وہ لوگ دو بار طے کر چکی تھیں۔ وہ خاصے جوش میں دوڑتی چلی جا رہی ہوگی اور اسے ہرگز نہ معلوم ہو سکا ہوگا کہ پسینے میں شرابور وہ بھاری وزن کیا تھا جو اس کے کمزور شانوں پر آ پڑا تھا یا یہ کہ چبھتے ہوئے، اندھا کرتے ہوئے درد نے کیوں اس کے دل کو چیر کے رکھ دیا تھا... پھر اس نے سوچا نہیں، اسے اس بات کو سمجھنے کا وقت مل گیا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھی اور چیخ اٹھی تھی کیونکہ پہلے وار میں چاقو اس کے دل تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ اس کی چھاتی راہ میں حائل ہو گئی تھی، جوان لڑکی کی سخت چھاتی۔

واسکوف کو خیال آیا بہت ممکن ہے کہ یہ واقعہ اس طرح پیش ہی نہ آیا ہو۔ شاید وہ لوگ اس کی گھات میں چھپے رہے ہوں؟ ہو سکتا ہے کہ جرمنوں نے ان سب کو چرکا دے دیا ہو؟ ان ناتجربےکار لڑکیوں کو اور خود اسے فریب دے دیا ہو جو ایک باقاعدہ فوجی تھا، جسے اسکاوٹنگ میں جرأت کے مظاہرے پر تمغہ دیا گیا تھا اور جسے دوبارہ فوج میں بھرتی کیا گیا تھا؟ ہو سکتا ہے کہ وہ جرمنوں کا نہیں بلکہ جرمن ان لوگوں کا پیچھا کر رہے ہوں؟ ہو سکتا ہے کہ جرمنوں کو ان لوگوں کی موجودگی کی جگہ اور طاقت کا علم ہو گیا ہو، انہوں نے صورت‌حال کے سب پہلوؤں پر غور کر لیا ہو اور اب وہ جانتے ہوں کہ مقابلے میں سرخروئی کسے حاصل ہوگی؟

ان سب خیالات کے باوجود سارجنٹ میجر کو جو چیز آگے بڑھائے لئے جا رہی تھی وہ خوف نہیں بلکہ شدید غصہ تھا۔ سیاہ، بدحواس کر دینے والی غضبناکی سے مغلوب ہوکر وہ دانت پیس رہا

تقریباً ایک سال قبل جبکہ اس ایستھونیائی عورت نے اسے چھپا دیا تھا...

سارجنٹ میجر نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور ژینیا فوراً ہی ٹھہر کر اپنے ہانپنے کا سلسلہ روکنے کی کوشش کرنے لگی۔

"ذرا ٹھہرکے دم لے لو" اس نے بمشکل سنائی دینے والی آواز سے کہا۔ "وہ لوگ یہیں کہیں بہت ہی قریب۔"

ژینیا نے زمین پر رائفل ٹکائی، اس پر جسم کا وزن ڈالتے ہوئے جھک‌کر کھڑی ہو گئی اور اپنا کالر نوچ لیا۔ وہ ایک گہری سانس لینا اور اپنے پھیپھڑوں کو ہوا سے بھرنا چاہتی لیکن اس کے بجائے اس نے دھیرے دھیرے سانس باہر نکال دی اور اس کا دل بطور احتجاج تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"وہ رہے!" سارجنٹ میجر نے کہا۔

وہ دو پتھروں کے درمیان تنگ خالی جگہ سے جھانک‌کر دیکھ رہا تھا۔ ژینیا نے اس طرف نظر اٹھائی تو اسے باڑھ مارے ہوئے برچ کے چھوٹے پیڑوں کی لچکدار پھنگیاں ہلتی نظر آئیں۔

"وہ لوگ ہمارے پاس سے ہوکر گزریں‌گے" سارجنٹ میجر نے مڑکر اس کی طرف دیکھے بغیر اپنی بات جاری رکھی۔ "تم یہیں ٹھہرو۔ میں مرغابی کی بولی بول کے اشارہ کروں تو تم کوئی آواز پیدا کر دینا، چاہے کوئی پتھر پھینک دینا، چاہے اپنی رائفل کا کندا کسی چیز پر مار دینا تاکہ وہ تمہاری طرف دیکھنے لگیں لیکن اس کے بعد کوئی آواز نہ ابھرنی چاہئے۔ پھر بالکل خاموش رہنا، سمجھیں؟"

"سمجھ گئی" ژینیا نے کہا۔

"یاد رکھنا، مرغابی کی بولی کے اشارے کے بعد، اس سے پہلے نہیں۔"

اس نے گہری پرزور سانس لی، ایک بھاری پتھر سے چھلانگ لگائی اور جرمنوں کے گزرنے کی راہ کو پار کر کے برچ کے پیڑوں کے درمیان پہنچ گیا۔

اس نے طے کیا کہ وہ ایسی جگہ سے ان پر ٹوٹ پڑےگا جہاں دھوپ نہ ہوگی تاکہ وہ رنگ برنگی، رقصاں دھوپ چھاؤں میں اسے دیکھ نہ پائیں۔ وہ ان میں سے ایک کی پیٹھ پر کود پڑےگا، اسے کچل کے گرا دےگا، اس پر وار کرےگا اور چیخنے کا موقع نہ دےگا۔

اس نے دو بار مرغابی کی بولی جیسی مختصر آوازیں نکالیں۔ دونوں جرمنوں نے نظریں اٹھاکے ادھر دیکھا لیکن فوراً ھی کومل‌کووا نے اپنی رائفل کے کندے سے ایک پتھر کو پاش پاش کر دیا اور وہ دونوں تیزی سے اس آواز کی طرف مڑے۔ اسی لمحے سارجنٹ میجر ان پر ٹوٹ پڑا۔

اس کی چھلانگ مکمل طور پر سوچی سمجھی ھوئی تھی۔ چھلانگ لگانے کا لمحہ بالکل نپے تلے انداز میں درست تھا اور فاصلے کے تعین میں ذرا بھی غلطی نہیں ھوئی تھی۔ وہ کود کے جرمن کی پیٹھ پر پہنچا، اپنے گھٹنوں میں اس کی کہنیاں پھنسا لیں اور اس کے ایک سانس لینے، ایک قدم آگے بڑھنے سے قبل ھی واسکوف نے اس کا سر پیچھے کھینچا اور تیز چاقو سے تنی ھوئی گردن کاٹ دی۔

یہ کام بالکل اسی طرح پایۂ‌تکمیل کو پہنچا جس طرح سارجنٹ میجر نے منصوبہ بنایا تھا۔ اس جرمن کو چیخنے سے روکنے کے لئے بھیڑ کی طرح ذبح کر دیا گیا تھا اور خون تیزی سے بہنے لگا تو وہ صرف خرخر کی ھلکی سی آواز ھی نکال سکا۔ جرمن زمین پر ڈھیر ھونے لگا تو سارجنٹ میجر اس کے اوپر سے کود کے زمین پر آ گیا اور دوسرے جرمن کی طرف لپکا۔

اس کام میں صرف ایک لمحہ، بس ایک ھی لمحہ لگا: دوسرا جرمن ابھی تک پیچھے مڑکے جو کچھ ھوا تھا اسے دیکھ بھی نہیں پایا تھا لیکن یا تو سارجنٹ میجر کے اندر ایک اور چھلانگ لگانے کی طاقت نہیں باقی رہ گئی تھی یا اس نے ایک قیمتی لمحہ ضائع کر دیا۔ وجہ کچھ بھی رھی ھو لیکن اس بار وہ اپنے چاقو کے وار میں ناکام ھو گیا۔ اس نے دھکا مار کے دوسرے جرمن کے ھاتھ سے اس کی چھوٹی مشین‌گن تو زمین پر گرا دی لیکن ایسا کرتے ھوئے خود اپنا چاقو بھی زمین پر گرا دیا جو خون سے تر اور صابن کے کسی ٹکڑے جیسا پھسلنےوالا ھو گیا تھا۔

عجب احمقانہ صورت حال پیدا ھو گئی: لڑائی کے بجائے ھاتھاپائی کی نوبت آ گئی۔ جرمن زیادہ طویل قامت تو نہ تھا لیکن ایسا طاقتور آدمی تھا جسے مشکل ھی سے ھرایا جا سکتا تھا اور سارجنٹ میجر اسے بےقابو نہ کر سکا۔ دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ھوکے بھاری پتھروں اور برچ کے درختوں کے درمیان ایک چھوٹی سی جگہ میں

گئی ہو..." سارجنٹ میجر نے تین بار زور زور سے سانس لے کے کسی نہ کسی طرح یہ الفاظ ادا کئے۔

اسے کھڑے ہونے کی کوشش میں کامیابی نہ حاصل ہوئی اور وہ زمین پر بیٹھے بیٹھے ہانپتے ہوئے سانس لینے کے لئے کسی مچھلی کی طرح منہ کو کھولتا اور بند کرتا رہا۔ اس نے نظریں گھما کے پہلے جرمن کی طرف دیکھا: وہ گٹھے ہوئے جسم کا سانڈ جیسا طاقتور آدمی تھا۔ اس کا جسم اب بھی اینٹھ رہا تھا، حلق سے خرخر کی آواز نکل رہی تھی اور خون بہنے کا سلسلہ جاری تھا۔ دوسرا جرمن بےحس و حرکت ہو چکا تھا اور موت سے اس کا جسم اکڑا اور اینٹھا ہوا، غیرفطری حالت میں زمین پر پڑا تھا۔ اس طرح دونوں کا قصہ ختم ہو چکا تھا۔

"تو، اب ژینیا" سارجنٹ میجر نے دھیرے سے کہا، "ان کی تعداد میں دو کی کمی واقع ہو گئی..."

ژینیا اپنی رائفل کو زمین پر گرا کے جھاڑیوں میں گھس گئی جہاں وہ دھری ہوکر نشے میں دھت کسی شخص کی طرح ادھر ادھر جھومنے لگی۔ پھر اس نے گھٹنوں کے بل گرتے ہوئے قے کی، سسکیاں بھریں اور کسی کو، شاید اپنی ماں کو پکارا...

سارجنٹ میجر گرتے پڑتے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے گھٹنے اب بھی کانپ رہے تھے اور پیٹ میں تکلیف محسوس ہو رہی تھی لیکن وقت ضائع کرنا بےحد خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ اس نے ژینیا کو نہ پکارا اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ دست بدست لڑائی کا جبکہ انسان زندگی جیسے فطری اس قانون کی حد سے آگے قدم رکھتا ہے۔ "تجھے کسی کو ہلاک نہیں کرنا چاہئے"، پہلا تجربہ کسی شخص کے لئے کتنا تکلیف‌دہ ثابت ہوتا ہے۔ اس کے لئے تو انسان کو عادی ہونا اور اپنے دل کو سخت ہو جانے کا موقع دینا ہوتا ہے۔ نسبتاً زیادہ طاقتور مردوں اور سپاہیوں، ژینیا سے کہیں زیادہ طاقتور افراد کے لئے یہ تجربہ بہت دشوار ثابت ہو چکا تھا اور وہ اس وقت تک اذیت برداشت کرتے رہے تھے جب تک انہوں نے اپنے ضمیر سے سمجھوتا نہیں کر لیا تھا۔ اس نے سوچا کہ ژینیا تو ایک عورت ہے، شاید مشتقبل کی ایک ماں جو فطرتاً کسی کے ہلاک کئے جانے کی مخالف ہے لیکن اس نے ابھی ابھی ایک انسان کو مار ڈالا ہے،

کومل‌کووا پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اس نے سوچا بھاڑ میں جائیں یہ فلاسک ۔ ہم لوگ ان دو فلاسکوں کے بغیر ھی کام چلا سکتے ھیں۔ پھر یہ بھی ھے کہ کومل‌کووا کو اس واقعے کی یاد دلانے والی جتنی کم چیزیں ھوں‌گی اتنی ھی اسے کم تکلیف پہنچے گی ۔

اس نے لاشوں کو چھپانے کا خیال ترک کر دیا۔ جنگل کے بیچ میں اس چھوٹی سی خالی جگہ کو یوں بھی کھرچ کے خون کے دھبوں سے صاف نہیں کیا جا سکتا تھا اس لئے اُن لاشوں کو چھپانا کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ اس نے سوچا شام ھونے کو ھے، جلد ھی ان لوگوں تک کمک پہنچ جائے گی، اب جرمنوں کے پاس بہت کم وقت رہ گیا ھے۔ اچھا ھے کہ ان کا یہ باقی وقت بھی سخت پریشانیوں میں گزرے ۔ خوب جی بھر کے پریشان ھوں ۔ سوچیں کہ آخر ان کے اسکاوٹوں کو کس نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اسکاوٹوں کو ھلاک کرنے والوں کو تلاش کرتے پھریں۔ اچھا ھے کہ وہ لوگ ھر آواز سے، ھر سائے سے خوف‌زدہ ھوں۔ جیسے ھی وہ دونوں دلدلی علاقے میں پانی کے ایک گڑھے کے پاس پہنچے (اس علاقے میں اس طرح کے گڑھے اتنے زیادہ تھے جتنے ھلکے سرخی مائل زرد بالوں والی کسی لڑکی کے چہرے پر ھلکے بھورے رنگ کے دھبے ھوتے ھیں)۔ سارجنٹ میجر نے منہ ھاتھ دھو کے اپنے کوٹ کا پھٹا ھوا کالر درست کیا اور ژینیا سے کہا:

"تم کیا کہتی ھو؟ منہ ھاتھ دھونا نہ پسند کروگی؟"

اس نے انکار کے طور پر ھاتھ ھلایا ۔ صاف ظاھر ھو رھا تھا کہ وہ اب بھی سخت اذیت میں مبتلا تھی اور اس کی اس بدحواسی کو دور کرنے میں سارجنٹ میجر کی کوششیں رائیگاں ثابت ھو رھی تھیں ... سارجنٹ میجر نے ایک ٹھنڈی سانس بھرنے کے بعد پوچھا:

"تم لڑکیوں کو تلاش کر لوگی یا میں تمہارے ساتھ چلوں؟"

"نہیں، میں ان تک پہنچ جاؤں‌گی ۔"

"اچھا تو اب جاؤ اور انہیں وھاں لے آؤ ۔ سونیا کے پاس ۔ تم وہ جگہ جانتی ھو نا... شاید اکیلے جاتے ھوئے تمہیں خوف محسوس ھو رھا ھو؟"

"جی نہیں ۔"

کے پاس بیٹھ کے اپنے عزیز پاوچ سے تمباکو نکالی اور سگریٹ بنا کر پینے لگا۔

اس کی غضبناکی ختم ہو چکی تھی، دل کا درد بھی دھیما پڑ چکا تھا لیکن وہ بری طرح مغموم تھا۔ اس کا سارا وجود غم سے معمور تھا جس کی شدت سے اس کا دم گھٹا جا رہا تھا پھر بھی اس کے پاس سوچنے کے لئے، خیالات کو ایک لڑی میں پرونے کے لئے، آئندہ اقدام کا تعین کرنے کے لئے وقت موجود تھا۔

اسے اس بات کا افسوس نہیں تھا کہ اس نے جرمن اسکاوٹوں کو ھلاک اور اس طرح اس علاقے میں اپنی موجودگی کا انکشاف کر دیا تھا۔ وقت اس کا ساتھ دے رھا تھا۔ اب اسے صرف انتظار کرنے اور آس لگانے کی ضرورت تھی، رپورٹوں کے صدر دفاتر تک پہنچنے تک اور بس۔ اس نے سوچا کہ جلد ھی مخصوص مہم پر روانہ کئے جانے والے دستے کو احکام دے دئے جائیں گے کہ وہ صورت‌حال سے بہترین طور پر کس طرح نپٹے۔ اب تین یا شاید زیادہ سے زیادہ پانچ گھنٹوں تک ان چاروں کو چودہ جرمنوں کے خلاف ڈٹے رھنا ھوگا اور یقین ھے کہ ایسا کرنا ممکن بھی ھوگا۔ خاص طور سے اس لئے اور بھی کہ ان لوگوں نے جرمنوں کو سیدھے راستے سے دور ھٹ جانے اور جھیل لیگونتوف کے گرد کا چکردار راستہ اپنانے پر مجبور کر دیا ھے۔ اس راستے پر چوبیس گھنٹے تو انہیں لگ ھی جائیں گے۔

اس کی سپاھی لڑکیاں تمام سامان کے ساتھ اب اس کے پاس پہنچ چکی تھیں۔ ان میں سے دو موجود نہیں تھیں اور ان کی عدم موجودگی کے الگ الگ اسباب تھے لیکن ان کی چیزیں ان لوگوں کے پاس موجود تھیں۔ ویسے بھی اس گروپ نے خاصا سامان اکٹھا کر لیا تھا جیسے وہ اچھے کمانے والوں کا خاندان ھو۔ گالیا چتویر تاک نے جیسے ھی سونیا کی لاش دیکھی، اس کا بدن کانپنے لگا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے ھی والی تھی مگر اوسیانینا نے اسے سخت لہجے میں ھدایت کی:

"اب ھیجانی کیفیت کے مظاھرے کی ضرورت نہیں!.."

گالیا خاموش ھو گئی لیکن سونیا کے سر کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ کر چپکے چپکے رونے لگی۔ ریتا زور زور سے سانسیں لینے لگی حالانکہ اس کی آنکھیں خشک اور انگاروں کی طرح دھک رھی تھیں۔

"سونیا کی ٹانگیں پکڑ لو۔"
"کاھے کے لئے؟"
"جو کچھ کہا جا رہا ھے وہ کرو! اور وہاں نہیں گھٹنوں کے پاس پکڑو!.."
اس نے کھینچ کے ایک لانگ بوٹ اتار لیا۔
"یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" اوسیانینا چلائی۔ "آخر آپ کی ھمت کیسے پڑ رہی ھے!.."
"دیکھ نہیں رہی ھو کہ ھمارے ساتھ کوئی ایسا بھی ھے جسے ان جوتوں کی زیادہ ضرورت ھے؟"
"اوہ انہیں، نہیں!.." چتویرتاک سخت ہیجانی کیفیت سے پیچھے ھٹتے ہوئے پکار اٹھی۔
سارجنٹ میجر نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ "اری لڑکیو، ھم لوگ یہاں کوئی کھیل تھوڑی کھیل رہے ہیں- ھمیں زندوں کے متعلق سوچنا چاھئے، یہ جنگ کا قانون ھے، پکڑو اسے اوسیانینا، یہ ایک حکم ھے۔"
اس نے دوسرا بوٹ بھی کھینچ کے اتار لیا اور گالیا چتویرتاک کی طرف مڑا:
"انہیں پہن لو اور بکواس مت کرو۔ میں یہ نہیں جاننا چاھتا کہ تمہارے جذبات کیا ہیں: جرمن ھمارا انتظار نہیں کریں گے۔"
قبر کے اندر کودنے کے بعد اس نے سونیا کو اٹھا کے اس کے اوورکوٹ میں لپیٹا اور قبر میں لٹا دیا۔ لڑکیوں نے اسے پتھر اٹھا اٹھا کے دئے جن سے اس نے قبر پاٹ دی۔ وہ لوگ وقت ضائع کئے بغیر خاموشی سے کام کرتے رہے اور جلد ھی اس جگہ ایک چھوٹا سا ٹیلا تیار ھو گیا۔ سارجنٹ میجر نے اس پر سونیا کی ٹوپی رکھ کے اسے ایک پتھر سے دبا دیا اور کومل‌کووا نے وہاں ایک ھری ٹہنی رکھ دی۔
"ھم نقشے پر اس جگہ نشان بنا دیں گے" سارجنٹ میجر نے کہا۔ "جنگ ختم ھو جائے گی تو یہاں اس کی یادگار قائم کی جائے گی۔"
اس نے نقشے پر وہ جگہ تلاش کرکے یادگاری نشان بنا دیا۔ پھر اس نے دیکھا کہ چتویرتاک کا ایک پیر اب بھی چھال میں لپٹا ھوا ھے۔

جو اُس خانقاہ کے قیام کے بعد سے اب تک کبھی نہیں پیش آیا تھا، خاصی شہرت حاصل کر لی تھی۔ ایک رات جبکہ وہ اپنے بستر سے پاخانے جانے کے لئے اٹھی تھی، اس نے اپنی پریشان‌کن چیخ پکار سے بچوں کے اس مرکز کے تمام افراد کو جگا دیا۔ مرکز کے عملے کے افراد بیدار ہوکے وھاں پہنچے تو انھوں نے اسے ایک نیم تاریک غلام گردش کے فرش پر بیٹھے پایا۔ گالیا نے ان لوگوں کو بڑی وضاحت کے ساتھ بتایا کہ ایک دڑھیل بوڑھے نے اسے اپنی زمین‌دوز کوٹھری میں گھسیٹ لے جانے کی کوشش کی تھی۔

اس "مجرمانہ حملے کے معاملے" کی تفتیش شروع ھو گئی جس میں اس بات سے خاص طور پر پیچیدگی پیدا ھو گئی کہ پورے ضلعے میں ایک بھی دڑھیل بوڑھا نہیں رہتا تھا۔ تفتیش کرنے والوں اور مقامی "شرلاک ھوموں" نے مرکز میں آ کے بڑے صبر کے ساتھ گالیا سے پوچھ گچھ کی اور جتنی بار اس سے سوالات کئے جاتے، اس معاملے میں وہ نئی تفصیلات کا اضافہ کر دیتی۔ آخرکار مرکز کے معمر اسٹور کیپر نے جو گالیا کا قریبی دوست تھا کیونکہ اس نے اس کے لئے اتنا اچھا خاندانی نام سوچا تھا، یہ پتا لگانے میں کامیابی حاصل کر لی کہ یہ سارا قصہ فرضی اور محض گالیا کے ذھن کی اختراع تھا۔

دراصل گالیا نے جو دوسرے بچوں کے ھنسی مذاق کا نشانہ بنی رھتی تھی، اپنی مدافعت میں یہ قصہ گڑھ لیا تھا جس کی وہ ھیروئین تھی۔ اس کا قصہ بہت کچھ بالشتیے کے قصے سے ملتا جلتا تھا لیکن اول تو خاص کردار لڑکا نہیں بلکہ لڑکی تھی اور دوسرے یہ کہ اس قصے میں دڑھیل بوڑھوں اور تاریک تہہ‌خانوں کو نمایاں اھمیت حاصل تھی۔

اُس قصے نے گالیا کو شہرت دے دی لیکن جیسے جیسے لوگ اس قصے سے تنگ آتے گئے یہ شہرت ختم ھو گئی۔ گالیا نے طے کر لیا کہ اب وہ کوئی نیا فرضی قصہ نہ شروع کرےگی لیکن جانے کیسے بچوں کے اس مرکز میں یہ افواہ گشت کرنے لگی کہ راھبوں نے خزانے چھپا دئے تھے۔ بچوں پر اس افواہ نے عجب ھیجانی کیفیت طاری کر دی اور دیکھتے ھی دیکھتے خانقاہ کے صحن میں چاروں طرف بالو کے گڑھے ھی گڑھے نظر آنے لگے۔ ذمےداروں نے کسی نہ کسی طرح اس کی روک تھام کی مگر فوراً ھی ایک اور واقعہ پیش آیا اور

کی بھرتی کے معاملے میں متعلقہ شرائط کو نظرانداز کر کے اسے طیارہ‌شکن توپچیوں کے ایک دستے میں بھیج دیا۔

خواب حقیقت بنتا ھے تو اس عمل میں ھمیشہ ھی اپنی کچھ رومانی دلاویزی کھو بیٹھتا ھے۔ گالیا کے لئے بھی حقیقت سخت اور بےرحم ثابت ھوئی۔ یہ حقیقت نہ صرف یہ کہ دلیرانہ کوششوں کی بلکہ فوجی ضوابط کی سختی کے ساتھ وفاداری کی بھی متقاضی تھی۔ ترقی اور نئےپن کے جذبات بہت جلد غائب ھو گئے اور روزمرہ کی مصروفیات محاذ جنگ سے متعلق گالیا کے تصور سے بہت مختلف ثابت ھوئیں۔ گالیا پریشان‌خیالی میں مبتلا ھو گئی، اس کی خوش‌مزاجی جاتی رھی اور راتوں کو اکثر دوسروں سے چھپ چھپ کے رونے لگی۔

انھی دنوں ژینیا وھاں پہنچ گئی اور گالیا کی دنیا ایک بار پھر خوشی سے ناچ اٹھی۔ لیکن فرضی قصے گھڑنے سے باز رھنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ دراصل یہ جھوٹ بولنا نہیں بلکہ خوشگوار حالات کی آرزو تھا اور اسی آرزومندی کے زیر اثر اس نے جادو کے زور سے اپنے لئے ایک ماں سامنے لا کھڑی کی تھی جو طبی کارکن تھی اور جس کے وجود میں خود گالیا بھی تقریباً یقین کر سکتی تھی...

ان لوگوں نے بہت زیادہ وقت کھو دیا تھا اور سارجنٹ میجر گھبرانے اور پریشان ھونے لگا۔ اب انھیں اس جگہ سے جلد از جلد روانہ ھوکے جرمنوں کا سراغ لگانا تھا، مسلسل ان کا تعاقب کرتے رھنا تھا اور پھر انھیں اپنے اسکاوٹوں کی تلاش میں الجھا دینا تھا۔ سارجنٹ میجر نے سوچا کہ یہ سب کر لیا گیا تو صورت‌حال مکمل طور پر اس کے قابو میں رھےگی، وہ جرمنوں کو کٹھ پتلیوں کی طرح نچاتا پھرےگا، جس طرف چاھےگا اس طرف جانے پر مجبور کر دےگا اور وہ خود انتظار کرتا رھےگا، کمک کے آنے اور جرمنوں کا محاصرہ کر لئے جانے تک انتظار کرتا رھےگا۔

ھاں، وہ لوگ بہت زیادہ وقت کھو چکے تھے۔ سونیا کو دفن کرنے، چتویرتاک کو سمجھا بجھا کے اس کے لانگ بوٹ پہننے پر راضی کرنے میں وقت تو لگا ھی تھا۔ اب سارجنٹ میجر نے دونوں جرمنوں کی چھوٹی مشین‌گنوں کا جائزہ لیا، دونوں فالتو رائفلیں – برچ کینا اور گوروچ کی رائفلیں – چھپا دیں، کارتوس سب بانٹ دئے اور اوسیانینا سے پوچھا:

کو اس پر وار کرنے والی ٹولی کی طاقت کا اندازہ نہیں ہوتا، یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ ٹوہ لینے والی ٹولی ہے یا ہراول دستہ، وہ ان امور کے سلسلے میں قطعی طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا۔ اس لئے خاص بات یہ ہوتی ہے کہ دشمن کو اندازے لگانے میں الجھائے رکھا جائے، اسے سنبھلنے کا وقت نہ دیا جائے۔

کھلی ہوئی بات تھی کہ سارجنٹ میجر نے ان پہلوؤں پر شعوری طور سے غور نہیں کیا، یہ باتیں تو ہمیشہ کے لئے اس کے ذہن پر نقش تھیں۔ اس لمحے تو اس کے دل میں صرف ایک ہی خیال آیا اور وہ یہ تھا کہ اسے گولی چلانی چاہئے۔ پھر اس کے دل میں لڑکیوں کا خیال آیا: انہوں نے کہیں خود کو آڑ میں کرکے مورچے سنبھال لئے تھے یا بس یونہی بھاگ کھڑی ہوئی تھیں؟

شور کے مارے کانوں کے پردے پھٹے جا رہے تھے کیونکہ جرمن اپنی تمام چھوٹی مشین‌گنوں سے اس بھاری پتھر پر گولیاں برسا رہے تھے جس کے پیچھے وہ چھپا ہوا تھا۔ پتھر کی اڑتی ہوئی کرچوں سے اس کا چہرہ زخمی ہو گیا، آنکھوں میں دھول بھر گئی، ان سے پانی بہنے لگا جسے پونچھنے کا اس کے پاس وقت نہیں تھا اس لئے اسے بمشکل ہی کچھ سوجھ رہا تھا۔

اس کے ہتھیار کے بولٹ سے کٹ کی آواز ابھری: وہ خالی ہو چکا تھا۔ وہ اس خیال سے پہلے ہی سے ڈر رہا تھا کیونکہ اسے دوبارہ بھرنے میں قیمتی سکنڈ صرف ہوتے تھے اور اس وقت وہ سکنڈ اس کے لئے زندگی یا موت کا سوال بن گئے تھے۔ جرمن خاموش ہو جانے والی مشین‌گن پر دھاوا بول سکتے تھے، ان کے اور اس کے درمیان تقریباً دس میٹر کا جو فاصلہ حائل تھا اسے وہ کسی نہ کسی طرح پار کر سکتے تھے اور اس کے بعد وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو سکتا تھا۔

لیکن جرمن اس پر دھاوا نہ بول سکے۔ انہیں سر اٹھانے کا بھی موقع نہ مل سکا کیونکہ دوسری چھوٹی مشین‌گن نے جو اوسیانینا کے ہاتھوں میں تھی، انہیں اپنی جگہوں پر روکے رکھا۔ وہ ان کے قریب ہی سے احتیاط سے نشانہ لگاتے ہوئے ان پر گولیوں کی مختصر وقفے کی بوچھاریں کئے جا رہی تھی جس کے نتیجے میں واسکوف کو وہ قیمتی سکنڈ میسر آ گئے۔ وہ ایسے سکنڈ تھے جن

اور دھوئیں کی بو بسی ہوئی تھی۔ سارجنٹ میجر نے ہاتھوں سے چہرہ پونچھا تو اسے اس پر خون نظر آیا: اس کا چہرہ پتھر کی کرچوں سے کئی جگہ کٹ گیا تھا۔

"آپ زخمی ہو گئے ہیں؟" اوسیانینا نے بہت دھیرے سے پوچھا۔

"نہیں" سارجنٹ میجر نے کہا۔ "تم ذرا چوکس رہنا۔"

وہ پتھر کے اوپر سے جھانکنے کے لئے اٹھا مگر کوئی گولی نہ چلی۔ اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اور جنگل سے ملے ہوئے برچ کے نیچے نیچے گھنے پیڑوں کی چوٹیاں ہلتی ہوئی دکھائی دیں۔ وہ پستول سنبھالے ہوئے تیزی سے بڑھا اور جھپٹ کے ایک دوسرے بھاری پتھر کی آڑ میں ہو گیا۔ وہاں سے اس نے پھر جھانکا تو دھماکے سے جس جگہ کائی پھٹ گئی تھی وہاں خون کے سیاہ دھبے نظر آئے۔ خون بہت زیادہ پڑا ہوا تھا مگر کوئی لاش نہیں دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ وہ لوگ زخمی یا ہلاک ہونے والوں کو اٹھا لے گئے ہوں گے۔

چٹانوں اور جھاڑیوں کے درمیان گھوم پھرکر دیکھنے کے بعد سارجنٹ میجر نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ پیچھے ہٹنے والے جرمنوں نے اپنی حفاظت کے لئے کوئی چھوٹا دستہ نہیں مامور کیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ سیدھا پوری طرح کھڑا ہو گیا اور اطمینان سے لڑکیوں کے پاس واپس لوٹا حالانکہ اس کے چہرے سے ٹیس اٹھ رہی تھی اور وہ بری طرح تھکا ہوا تھا۔ اسے سگریٹ پینے تک کی خواہش نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ ہاں، لیٹنے کو ضرور جی چاہتا تھا وہ بھی صرف دس منٹ کے لئے لیکن ابھی لڑکیوں سے کچھ فاصلے پر ہی تھا کہ اوسیانینا نے اچانک اس سے پوچھا:

"کامریڈ سارجنٹ میجر، آپ کمیونسٹ ہیں نا؟"

"میں بالشویک پارٹی کا ممبر ہوں..."

"ہم آپ سے اپنے کومسومول جلسے کی صدارت کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔"

سارجنٹ میجر کو اپنے کانوں پر اعتبار نہ آیا:

"جلسہ؟.."

اچانک اس نے دیکھا کہ چتویرتاک کا روتے روتے برا حال ہوا جا رہا ہے اور کومل‌کووا جو بارود سے کالی ہوکے کسی جپسی جیسی نظر آنے لگی تھی، چیخ کر کہہ رہی ہے:

که اپنے دشمن کو سمجھیں۔ اس کا ہر اقدام، اس کی ہر چال آپ پر پوری طرح واضح ہونی چاہئے۔ آپ اس کی توقع کرنا صرف اس وقت شروع کرتے ہیں جب آپ پر پوری طرح واضح ہو کہ وہ کیا سوچ رہا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ جنگ صرف اسی بات کا نام نہیں کہ فائرنگ میں کون کس کو نیچا دکھاتا ہے۔ جنگ میں اس سے کہیں زیادہ سوال اس بات کا ہوتا ہے کہ کون کس کو چرکا دیتا ہے۔ فوجی ضوابط آپ کو آزادی سے سوچنے کے قابل بنانے کے لئے مرتب کئے گئے تھے۔ دور تک سوچنے کے لئے، دوسرے فریق کے مورچوں تک، اپنے دشمن کے امکانی اقدامات تک سوچنے کے لئے۔

سارجنٹ میجر نے واقعات کے تمام پہلوؤں پر جتنا بھی غور کیا، ایک بات بہرحال واضح معلوم ہوئی اور وہ یہ کہ جرمنوں کو اس کے گروپ کی موجودگی کا علم نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جن دو جرمنوں کو اس نے ہلاک کیا تھا وہ ہراول دستے کی حیثیت نہیں رکھتے تھے بلکہ اسکاوٹ تھے اور ان کا اصل گروپ، اسکاوٹوں کے انجام سے بےخبر پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ سارجنٹ میجر نے یہ نتیجہ تو اخذ کر لیا تھا لیکن وہ اس سے کس طرح فائدہ اٹھا سکتا تھا، یہ بات اس وقت تک اس کے ذہن میں واضح نہیں ہوئی تھی۔

اس نے غور و فکر کا سلسلہ جاری رکھا، واقعات کی تفصیلات کو ذہن میں تاش کے پتوں کی طرح پھینٹتا رہا لیکن اصل مسئلے پر بہرحال توجہ مبذول رکھی۔ وہ ذرا سی بھی آواز یا آہٹ پیدا کئے بغیر پوری طرح چوکنا، تیزی سے تقریباً پھسلتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور سننے کے لئے بالکل حقیقی معنوں میں کان کھڑے کرنے کی ضرورت ہوتی تو وہ بھی کر سکتا تھا لیکن ہلکی ہلکی ہوائیں کسی آواز یا مہک کی پیامی نہیں ثابت ہو رہی تھیں اور سارجنٹ میجر ٹھہرے بغیر بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ بچاری لڑکی اس کے پیچھے پیچھے پیر گھسیٹتی چلی آ رہی تھی۔ وہ اکثر مڑکے اس کی طرف دیکھ لیتا تھا لیکن اس وقت تک لڑکی نے شکایت کا کوئی موقع نہیں دیا تھا۔ وہ اس کے حکم پر عمل کر رہی تھی، اس کے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھی لیکن نہ اس کے طرزعمل سے کسی گہری دلچسپی کا اظہار ہو رہا تھا، نہ ہی اس کی چال میں کوئی پھرتی نظر آتی تھی۔ سارجنٹ میجر نے سوچا کہ شاید وہ اب بھی ان گولیوں کے بارے

عجلت سے ڈھیر کی گئی ٹھنیوں کے نیچے پڑی تھیں۔ اس نے سنبھال سنبھال کے یہ ٹھنیاں اٹھائیں تو دو لاشیں منھ کے بل پڑی دکھائی دیں۔ وہ اکڑوں بیٹھ کے ان کا جائزہ لینے لگا۔ اوپر جس جرمن کی لاش پڑی تھی اس کی گدی پر ایک چھوٹا سا صاف سوراخ تھا، خون بالکل ھی نہیں نظر آ رھا تھا اور چھوٹے ترشے ھوئے بال ذرا ذرا جھلس گئے تھے۔

"ان لوگوں نے اسے گولی مار دی" سارجنٹ میجر نے طے کیا۔ "خود اس کے ساتھیوں نے سر کے پیچھے گولی مار دی۔ زخمی ھو گیا تھا اس لئے ان لوگوں نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ یہ ھے ان کا قانون..."

اس نے تھوک دیا۔ ھاں، اس نے مرے ھوؤں پر تھوک دیا حالانکہ یہ ایک نہایت ھی وحشیانہ گناہ تھا۔ دراصل ان لوگوں کے لئے جو قانون سے باھر تھے، انسانت کی سرحدوں سے نکل چکے تھے، اس کے دل میں نفرت کے سوا اور کوئی جذبہ تھا ھی نہیں۔

ظاھر ھے کہ کوئی انسان جانور سے صرف اس احساس کی بنا پر ممتاز حیثیت رکھتا ھے کہ وہ انسان ھے۔ جب یہ احساس ختم ھو جاتا ھے تو وہ درندہ بن جاتا ھے۔ دو پیروں اور دو ھاتھوں والا درندہ، نہایت ھی بھیانک، نہایت ھی دھشت‌ناک درندہ۔ ایسے کسی شخص کے لئے انسانی جذبات رکھے ھی نہیں جا سکتے: نہ ترس، نہ رحم۔ اسے یہاں تک مارا پیٹا جانا چاھئے کہ وہ رینگتا ھوا اپنی ماند کے اندر لوٹ جائے۔ ماند کے اندر بھی اسے مارا پیٹا جانا چاھئے، اس وقت تک جب تک اسے یہ نہ یاد آ جائے کہ کبھی وہ انسان تھا، اس وقت تک جب تک وہ اس بات کو سمجھ نہ جائے۔

صرف چند گھنٹے قبل دن میں واسکوف کو غضبناکی آگے بڑھنے پر اکسا رھی تھی جو انتقام کی پیاس پر مبنی تھی: خون کے بدلے میں خون — اب اچانک اس کی طبیعت میں ٹھہراؤ پیدا ھو گیا تھا، جذبات کو پختگی میسر آ گئی تھی اور وہ نفرت میں بدل گئے تھے — بےرحم، سوچی سمجھی نفرت میں جو شدید غصے کے عنصر سے خالی تھی۔

"اچھا تو یہ ھے تمہارا قانون؟.. میں اسے یاد رکھوں‌گا۔"

پھر نہایت ھی ٹھنڈے دل سے اس نے حساب لگایا: دو اور کم ھو گئے تو بچے بارہ۔ ایک درجن۔

کا وقت دیا، چائے پلائی اور پوچھا کہ فوج میں ہمارے کاموں کا کیا حال ہے..."

"آپ مجھے بےوقوف کیوں بنا رہے ہیں؟ آخر کاہے کے لئے؟" چتویرتاک نے دھیرے سے پوچھا۔ "کورچاگن تو مفلوج ہو گئے تھے۔ اور کورچاگن ان کا نام بھی نہیں۔ ان کا نام تو آستروفسکی ہے۔ وہ نابینا بھی تھے۔ ایک انگلی تک نہیں اٹھا سکتے تھے۔ ہمارے تکنیکی اسکول کے لڑکے لڑکیاں انہیں خط لکھا کرتے تھے۔"

"شاید وہ کوئی دوسرے کورچاگن ہوں؟.."

واسکوف کو اتنی شرمندگی محسوس ہوئی کہ وہ تذبذب میں مبتلا ہو گیا۔ مچھروں نے بھی ناک میں دم کر رکھا تھا، خاص قسم کے مچھروں نے جو شام کو نکلتے ہیں ۔

"ہو سکتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں، کچھ کہہ نہیں سکتا۔ ہم لوگوں کو ماسکو لے جانے والوں ہی نے کہا تھا..."

اس کے آگے کچھ فاصلے پر کہیں کوئی ٹہنی چٹاخ سے ٹوٹی۔ بالکل واضح طور پر کسی وزنی آدمی کے قدم کے نیچے آ کے ٹہنی کے ٹوٹنے کی یہ آواز سن کر واسکوف کو ایک طرح کی خوشی سی محسوس ہوئی۔ اس نے اپنے آپ کو کبھی بھی جان بوجھ کے ایسی پوزیشن میں نہیں رکھا تھا جہاں اسے جھوٹ بولنا پڑتا، اس نے کبھی بھی خود کو اپنے ماتحتوں کے لئے نشانۂ تضحیک نہیں بنایا تھا۔ اسے اب کچھ ایسا لگا کہ وہ کسی چپٹی ناک والی لڑکی کے ملامت کے رویے سے اذیت میں مبتلا ہونے کی بہ‌نسبت ایک درجن جرمنوں کا اکیلے مقابلہ کرنے کو کہیں زیادہ بہتر تصور کرتا ہے۔

"اپنے آپ کو جھاڑیوں میں چھپا لو!.." اس نے سرگوشی کی۔ "اور بالکل خاموش رہو!.."

اسے بمشکل صرف اتنا وقت مل سکا کہ چتویرتاک کو جھاڑیوں میں ڈھکیلنے اور ٹہنیوں کو برابر کرنے کے بعد وہ خود ایک قریبی بھاری پتھر کی آڑ میں چھپ جائے۔ صرف اتنا ہی وقت، اس سے ایک لمحہ بھی زائد نہیں۔ اس نے جھانکا تو ایک بار پھر اسے دو جرمن نظر آئے لیکن یہ دونوں اپنی چھوٹی مشین‌گنوں کو بالکل تیار حالت میں آگے تانے ہوئے کچھ اس طرح پھونک پھونک کے قدم رکھ رہے تھے جیسے دھکتی ہوئی زمین پر چل رہے ہوں۔ اس نے

انتظار کرنا تھا، بالکل خاموش رہنا یہاں تک کہ سانسوں کی آوازوں تک کو دبائے رکھنا تھا، کائی اور جھاڑیوں میں خود کو غائب کئے رہنا اور بعد میں کارروائی کرنا تھا - بعد میں ان دونوں کو یکجا ہونا، نشانوں کے متعلق فیصلہ کرنا اور ایک روسی رائفل اور ایک جرمن چھوٹی مشین گن سے فائرنگ کرنا تھا۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے جرمن ایک بار پھر اپنے پہلے طے کئے ہوئے راستے پر چل رہے ہیں۔ اس صورت میں جلد یا بہ دیر ان کا اوسیانینا اور کومل‌کووا سے سامنا ہونا ناگزیر تھا۔ یہ اندیشہ سارجنٹ میجر کو بے‌شک پریشان کر رہا تھا لیکن بہت زیادہ نہیں: دونوں لڑکیاں اس سے قبل بھی فائرنگ کی زد میں رہ چکی تھیں اور اس موقعے پر انہوں نے اپنے ہوش و حواس درست رکھے تھے۔ اس بار وہ کہیں روپوش ہو کے خاموش بیٹھی رہ سکتی تھیں یا پھر پیچھے ہٹ‌کے کہیں جا سکتی تھیں۔ اس کے علاوہ وہ خود بھی کارروائی کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ جیسے ہی جرمن اس سے کچھ آگے بڑھ جائیں ویسے ہی ان پر دو طرف سے فائرنگ شروع کر دے‌گا۔

جرمن نکل‌کے سیدھے راستے کے ایک ٹکڑے پر آ گئے اور انہوں نے بائیں جانب تقریباً بیس میٹر کے فاصلے پر واقع اس جھاڑی کو نظرانداز کر دیا جس میں چتویرتاک چھپی ہوئی تھی۔ ان کے نگرانی اور حفاظت کرنے والے ساتھی دائیں بائیں دونوں پہلوؤں پر ان سے کچھ فاصلے پر چل رہے تھے۔ وہ لوگ کوئی ایسی بات نہیں کر رہے تھے جس سے وہاں ان کی موجودگی کا پتا چلتا مگر واسکوف جانتا تھا کہ وہ کس طرف سے گزریں‌گے۔ وہ نہیں سمجھتا تھا کہ ان میں سے کسی کا بھی اس سے یا گالیا سے سامنا ہو جائے‌گا پھر بھی احتیاطاً اس نے چھوٹی مشین‌گن کا سیفٹی کیچ ہٹا دیا۔ جرمن خاموشی سے اپنی مشین‌گنوں کو تیار رکھے ہوئے دبے پاؤں آگے بڑھ رہے تھے اور چونکہ دونوں پہلوؤں پر نگرانی کرنے والے مامور تھے اس لئے یہ لوگ کبھی کبھی ہی دائیں بائیں جانب نظریں اٹھاتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ کوئی خطرہ لاحق ہوگا تو آگے کی طرف سے۔ واسکوف نے سوچا کہ ان کے بس چند قدم اور اٹھانے کی دیر ہے، اس کے بعد وہ چتویرتاک اور خود اس کی فائرنگ کے نشانے پر آ جائیں‌گے اور اس لمحے کے بعد سے ان کی پشت اس کی گولیوں

ھو جانے کی ترغیب دینا تھا۔ یہ فیصلہ کراتے ھی وہ اچھل کے اٹھ کھڑا ھوا اور ان دو جرمنوں پر کھلم کھلا گولی چلائی جو گالیا کی لاش پر جھکے ھوئے تھے۔ اس نے جھاڑیوں کے پیچھے دوڑتے ھوئے آدمی کی سمت گولیوں کی ذرا زیادہ بوچھار کی اور پھر جھک کر سن‌یوخینا ڈھلواں پہاڑی چوٹی سے جنگل کی طرف بھاگا۔

اس نے یہ بھی نہ دیکھا کہ اس کی گولیوں سے کوئی زخمی ھوا تھا کہ نہیں کیونکہ اس کے ذھن میں دوسرے خیالات منڈلا رھے تھے ـ اسے کسی نہ کسی طرح جرمنوں کی لائن کو کاٹتے ھوئے آگے بڑھنا، زندہ و سلامت جنگل میں پہنچنا اور لڑکیوں کی حفاظت کرنا تھا۔ وہ آخری دونوں لڑکیوں کی جان بچانے کو اپنا فرض تصور کر رھا تھا، مرد کی حیثیت سے بھی اور کمانڈر کی حیثیت سے بھی۔ یہی کیا کم تھا کہ دوسری لڑکیوں کو جان سے ھاتھ دھونا پڑا۔ یہ واقعہ بہت کافی تھا، زندگی بھر یاد رکھنے کے لئے بہت کافی تھا۔

اس شام کو وہ جتنی تیزی اور جس انداز سے دوڑ رھا تھا اس سے کافی عرصہ قبل سے نہیں دوڑا تھا۔ کبھی جھاڑیوں میں تیزی سے جھپٹتا، کبھی بھاری پتھروں کے ارد گرد دشمن کو جھانسا دیتا ھوا دوڑتا، کبھی گر پڑتا تو اٹھ کے پھر دوڑنے لگتا اور کبھی ان گولیوں سے بچنے کے لئے زمین سے لگ جاتا جو اس کے سر پر سنسناتی ھوئی گزرتیں اور پتیوں کو چھلنی کر دیتیں۔ جواب میں وہ بھی اپنی چھوٹی مشین‌گن سے دھندلے دھندلے نظر آتے ھوئے جرمنوں پر گولیوں کی مختصر بوچھاریں کئے جا رھا تھا۔

وہ شور بھی بہت مچا رھا تھا۔ درختوں کے نیچے اگی ھوئی جھاڑیوں کو زور سے کچلتا تھا، پیروں سے بھد بھد کی آواز نکالتے ھوئے دوڑتا تھا اور زور زور سے چلاتا تھا۔ چلاتے چلاتے اس کی آواز بیٹھ گئی تھی لیکن اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار بھی نہ تھا کیونکہ وہ جرمنوں کو اپنے تعاقب کی ترغیب دئے بغیر پیچھے نہیں ھٹ سکتا تھا۔ اسے بہرحال یہ کھیل کھیلنا ھی تھا، بہرحال آگ سے کھیلنا ھی تھا۔

ایک بات کا اسے یقین بھی تھا اور اطمینان بھی اور وہ یہ کہ جرمنوں کے اسے گھیرے میں لےکر پکڑ لینے کا کوئی امکان نہیں۔ وہ لوگ اس علاقے سے واقف نہیں تھے، ان کی تعداد بھی اب کچھ اور کم ھو گئی تھی اور ان دونوں باتوں سے کہیں اھم بات یہ تھی کہ ان کو اب بھی وہ اچانک تصادم، آمنے سامنے کی مڈبھیڑ اچھی طرح

اس جگہ کہرا نہیں چھایا ھوا تھا اور گولیاں درختوں کے تنوں سے ٹکرا ٹکرا کر چھال اور لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اڑا رھی تھیں۔ اب اس کے لئے اپنے اور جرمنوں کے درمیان خاصا فاصلہ حائل کرنے کا وقت آ گیا تھا اور اس کام میں تاخیر کی گنجائش نہیں تھی لیکن جرمن جو غصے سے پاگل ہو رہے تھے، آخرکار اسے ایک نیم دائرے میں گھیرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ برابر اس پر دباؤ ڈالے جا رہے تھے، دم لینے کا ذرا بھی موقع نہیں دے رہے تھے اور صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اسے دلدل تک پہنچانا چاھتے تھے، اس امید میں کہ زندہ پکڑ لیں گے۔ انہوں نے ایسی صورت‌حال پیدا کر دی تھی کہ اگر سارجنٹ میجر ان کا کمانڈر ہوتا تو یقیناً ان سے ڈھیروں تمغوں کا وعدہ کر لیتا بشرطیکہ وہ اسے پوچھ گچھ کے لئے قیدی بنا لیتے۔

ابھی یہ خیال اس کے ذہن میں آیا ھی تھا، ابھی اس نے قدرے اطمینان سے یہ سوچا ھی تھا کہ زیادہ امکان اس بات کا ھے کہ وہ لوگ اس کو گولی نہ ماریں گے، کہ کوئی چیز اس کے بازو میں کہنی کے نیچے والے گوشت سے آ کے ٹکرائی۔ اسے حیرت ہوئی کہ آخر یہ کیا چیز ہو سکتی ھے لیکن اس نے سوچا کہ بازو غالباً کسی نکیلی شاخ سے الجھ گیا تھا۔ پھر اچانک اسے نیچے کلائی کی طرف کوئی گرم گرم چیز بہتی ہوئی محسوس ہوئی۔ زیادہ خون نہیں بہہ رہا تھا مگر تھا گاڑھا: گولی کسی نس کو بس چھوتی ہوئی گزر گئی تھی لیکن بازو کے اس چھید کے ساتھ اب وہ کیا خاک لڑ سکتا تھا۔ اسے ادھر ادھر دیکھنے، صورت حال کا جائزہ لینے، زخم پر پٹی باندھنے اور ذرا دیر دم لینے کی ضرورت تھی۔ لیکن نہ وہ جرمنوں کے گھیرے کی زنجیر توڑ کے باھر نکل سکتا تھا، نہ ان سے بھاگ کے کہیں جا سکتا تھا۔ اب تو دلدل کو پار کرنے کے سوا اور کوئی راستہ رہ ھی نہیں گیا تھا۔

دلدل پار کرکے فرار ہونے کی اس کوشش میں اس نے اپنی ساری قوت لگا دی اور جب وہ اچانک، امتیازی نشان کی حیثیت رکھنے والے صنوبر کے درخت کے پاس پہنچا تو کلیجا منھ کو آ گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کا دل کہیں حلق کے اندر آخری بار دھڑک رہا ہو۔ اس نے جلدی سے ایک ڈنڈا اٹھایا اور ایسا کرتے وقت خود بخود اس کی توجہ اس بات کی طرف مبذول ہو گئی کہ وھاں مزید

گھات میں چھپے ہوں لیکن یہ امکان زیادہ نہیں تھا۔ جرمنوں نے سوچا ہوگا کہ دلدل ناقابل عبور ہے اس لئے انہوں نے سارجنٹ میجر واسکوف کو مردہ تصور کر لیا ہوگا۔

دوسری سمت جدھر سے ریلوے اسٹیشن کو، سیدھے ماریا نکیفوروونا کے پاس تک راستہ جاتا تھا، واسکوف نے زیادہ توجہ نہ مبذول کی۔ اس طرف کا علاقہ خطرے سے خالی تھا، اس طرف زندگی ہی زندگی تھی: شاید نصف مگ اسپرٹ، تلے ہوئے انڈے، چربی کے ٹکڑے اور محبت کرنے والی مکان‌دارنی۔ نہیں، اسے اس طرف نہیں دیکھنا چاھئے تھا، نہیں، اسے لالچ کا شکار نہیں ہونا چاھئے تھا مگر وہاں سے اس کو جس کمک کا، جس امداد کا انتظار تھا وہ ابھی تک نہیں آئی تھی اور یہی وجہ تھی کہ وہ وقتاً فوقتاً چپکے سے ادھر دیکھ لیتا تھا۔

ادھر کوئی کالی سی چیز، کوئی سیاہ دھبا سا دکھائی دے رہا تھا جو سارجنٹ میجر کے لئے ایک معما بن کر رہ گیا تھا۔ ایک وقت تو ایسا بھی آیا جب وہ محض یہ دیکھنے کے لئے کہ آخر وہ کیا چیز ہے، اس تک پہنچنے کی کوشش کرنے والا تھا لیکن شدید محنت کے باعث وہ تھکن سے نڈھال ہو رہا تھا اور اس نے آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ آرام کر چکا تو خاصا اجالا ہو چکا تھا اور اب اس کی سمجھ میں آیا کہ دلدل میں سیاہ دھبے جیسی وہ چیز کیا تھی۔ ٹھیک اسی لمحے اسے صنوبر کے درخت سے لگے کھڑے ہوئے پانچ ڈنڈوں کی اھمیت کا خیال آیا۔ وہاں پانچ ڈنڈے باقی بچے تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ سپاھی برچ‌کینا اس لعنت‌زدہ دلدل میں سہارے کے لئے ڈنڈا لئے بغیر ہی کود پڑی ہوگی...

اب برچ‌کینا کی ذات میں سے صرف اس کی فوجی اسکرٹ باقی رہ گئی تھی۔ اور کچھ بھی نہیں باقی رہ گیا تھا، واسکوف کی یہ امید تک نہیں باقی رہ گئی تھی کہ کمک آتی ہوگی...

۱۲

... اور پھر اسے صبح کے وہ لمحات یاد آئے جب اس نے جنگل سے نمودار ہوتے ہوئے جرمنوں کا شمار کیا تھا۔ اسے سونیا گوروچ یاد آئی جو اس کے بائیں شانے پر جھکی سرگوشی کر رہی تھی،

کے نام پر اس کے پاس صرف ایک پستول باقی رہ گیا تھا۔ وہ صورت‌حال پر جس پہلو سے بھی غور کرتا اور اسے جو بھی رنگ دیتا تھا، برابر اسی نتیجے پر پہنچتا تھا۔ سب سے خراب بات یہ تھی کہ اسے نہیں معلوم تھا کہ اب جرمنوں کو کدھر تلاش کرے۔ واسکوف کے دل و دماغ پر بڑی تلخ کیفیت طاری ہو گئی۔ اس کا سبب چاہے بھوک رہی ہو، چاہے کائی کی وہ بدبودار سگریٹ۔ یہ تلخی احساس تنہائی اور ان اداس خیالات کی بھی پیداوار ہو سکتی تھی جو اس کے ذہن میں شہد کی مکھیوں کے غول کی طرح بھن‌بھنا رہے تھے، جو اسے ڈنک تو مار رہے تھے لیکن شہد نہیں فراہم کر رہے تھے...

اس نے سوچا کہ بہرحال اسے اپنے چھوٹے سے دستے کی باقی لڑکیوں تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اب صرف دو ھی لڑکیاں باقی بچی تھیں لیکن وہ بہترین لڑکیاں تھیں اور تینوں مل کر اچھی خاصی طاقت بن سکتے تھے – طاقت لیکن محض ایسی جس کے پاس ھتھیار نہ تھے، اس کا مطلب یہ تھا کہ کمانڈر کی حیثیت سے اسے دو مسائل کا حل تلاش کرنا تھا: اب کیا کرنا چاہئے اور کس ھتھیار سے لڑنا چاہئے۔ اس صورت میں اس کے لئے صرف ایک ھی راستہ کھلا رہ گیا تھا اور وہ یہ کہ پہلے اپنے سمجھنے کے لئے صورت‌حال کا جائزہ لے پھر جرمنوں کو تلاش کر کے اور کچھ اسلحہ حاصل کرے۔

جرمن گزشتہ شب وحشیانہ انداز میں اس کے تعاقب کے دوران زور زور سے کسی حفاظتی احتیاط کے بغیر دوڑتے رہے تھے جیسے وہ خود اپنے وطن میں ھوں۔ نتیجہ یہ ھوا تھا کہ اب جنگل میں قدموں کے بہت زیادہ نشانات نظر آ رہے تھے۔ واسکوف نے ان نشانات کا کسی نقشے کی طرح جائزہ لیا اور اصل صورت‌حال کو سمجھنے کی کوشش کی۔ اس نے اندازہ لگایا کہ تعاقب میں دس سے زائد جرمن شامل نہ رہے ھوں گے۔ اس سے دو ھی باتیں ظاھر ھوتی تھیں: یا تو کچھ جرمنوں کو سامان کی نگرانی کرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا یا وہ مزید جرمنوں کا صفایا کرنے میں کامیاب ھو گیا تھا۔ اس کے باوجود اس نے فرض کر لیا کہ اب بھی ایک درجن جرمن باقی ھیں کیونکہ اس نے نشانہ لگائے بغیر فائرنگ کی تھی، نشانہ لگانے کا اس کے پاس وقت ھی کب تھا۔

وہ بہت احتیاط سے درختوں کی آڑ لیتا ہوا آگے بڑھنے لگا کیونکہ اس جگہ قدموں کے نشانات کا سلسلہ اچانک ختم ہو گیا تھا۔ لیکن جنگل پر پرسکون فضا طاری تھی۔ سناٹے میں صرف چڑیوں کی چہچہاہٹ ہی سنائی دے رہی تھی اور اس چہچہاہٹ سے واسکوف کو یقین ہو گیا کہ قریب میں کہیں کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔

اسے خاصا وقت لگا اور اس کے دل میں شک پیدا ہونے لگا کہ کہیں اس کے اندازے غلط تو نہیں تھے، کہیں وہ ایسے علاقے میں تو جرمنوں کو نہیں تلاش کر رہا تھا جہاں ان کی موجودگی کا سوال ہی انہیں اٹھتا تھا۔ اب اس کے سفر کی کوئی متعین جگہیں نہ تھیں، بس اپنے اندرونی احساسات ہی پر بھروسا کرنا پڑ رہا تھا جو اس سے کہہ رہے تھے کہ اس نے صحیح سمت کا انتخاب کیا ہے۔ شکاری کی رہبری کرنے والے اپنے اندرونی احساسات پر بھی اسے شک سا پیدا ہو چلا تھا کہ اتنے میں اس کے ٹھیک سامنے ایک خرگوش تیزی سے باہر نکلا، لپک کے جنگل میں کھلی ہوئی چھوٹی سی خالی جگہ میں پہنچا اور واسکوف کی موجودگی سے بالکل بےخبر پچھلی ٹانگوں پر کھڑے ہوکر پیچھے کی طرف جھانکنے لگا۔ وہ ایک خوف‌زدہ خرگوش تھا، بہ‌ظاہر آدمیوں کی موجودگی سے خوف‌زدہ ہو گیا تھا جن سے واقف نہ تھا اور اسی وجہ سے تجسس ظاہر کر رہا تھا۔ خرگوش ہی کی طرح سارجنٹ میجر نے بھی اپنے کان کھڑے کئے اور جدھر خرگوش نے دیکھا تھا اسی سمت وہ بھی دیکھنے لگا۔ بہت گھورنے اور کان لگانے کے باوجود اسے کوئی غیرمعمولی بات نہ نظر آئی۔ خرگوش کو لرزتی ہوئی گھنی جھاڑیوں میں غائب ہوئے بہت دیر ہو چکی تھی اور واسکوف کے آنکھوں پر زور دیتے دیتے ان سے پانی بہنے لگا تھا پھر بھی وہ اپنی جگہ پر رکا رہا۔ اسے خرگوش پر اپنے کانوں سے زیادہ بھروسا تھا اور جب اس نے اس سمت بڑھنا شروع کیا جدھر خرگوش نے دیکھا تھا تو وہ نہایت خاموشی سے سائے کی طرح بڑھا۔

پہلے اسے کچھ دکھائی نہ دیا پھر جھاڑیوں کے اندر سے کسی بھوری سی چیز کی جھلک نظر آئی جو عجیب و غریب سی معلوم ہو رہی تھی اور جس پر کہیں کہیں کائی جمی ہوئی تھی۔ واسکوف نے سانس روک کے ایک قدم اور آگے بڑھایا او دیکھنے کی جگہ بنانے کے لئے جھاڑیوں کی شاخیں ہاتھوں سے ہٹائیں تو زمین میں

جھونپڑی میں لے جانے لگا جبکہ باقی سگریٹ پینے اور کسی بات پر تبادلۂ خیال کرنے لگے۔ وہ باری باری نقشے کو دیکھ رہے تھے۔

مچھر واسکوف کو کاٹنے اور اس کا خون پینے میں مصروف تھے لیکن وہ پلک جھپکانے تک کی ہمت نہیں کر سکتا کیونکہ وہ جرمنوں سے بہت قریب، صرف دو قدموں کے فاصلے پر موجود تھا۔ پستول ہاتھ میں لئے ہوئے وہ جرمنوں کی بات‌چیت سن تو رہا تھا لیکن سمجھ ایک لفظ بھی نہیں پا رہا تھا۔ جرمن زبان کے صرف آٹھ فقرے اس کو آتے تھے جو اس نے جرمن بات‌چیت کی ایک کتاب سے سیکھے تھے مگر انہیں بھی صرف اسی وقت سمجھ سکتا تھا جب یہ بگڑے ہوئے انداز میں روسی تلفظ سے ادا کئے جاتے۔

لیکن اسے زیادہ دیر تک حیرت میں نہیں مبتلا رہنا پڑا: وسط میں کھڑے ہوئے سینیر فوجی نے جس کے نقشے میں ہر ایک جھانک کے دیکھ رہا تھا، ہاتھ سے اشارہ کیا اور دس جرمن اپنی چھوٹی مشین‌گنیں تیاری کی حالت میں سنبھالے ہوئے جنگل کو چل دئے۔ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو پیکٹ جھونپڑی میں رکھنے والے آدمی نے زخمی کو سہارا دے کے کھڑا کیا اور اسے جھونپڑی کے اندر گھسیٹ لے گیا۔

آخرکار واسکوف کو اطمینان کی سانس لینے اور مچھروں کو اڑانے کا موقع نصیب ہوا۔ اب ہر چیز واضح تھی اور وقت حقیقی معنوں میں اہمیت کا حامل۔ کھلی ہوئی بات تھی کہ جرمن سن‌یوخینا پہاڑی چوٹی پر بیریاں توڑنے نہیں گئے تھے۔ اس سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ جھیل لیگونتوف کا چکر لگانے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے اور انھوں نے دونوں جھیلوں کی درمیانی زمینی پٹی سے گزرنے کا عزم کر رکھا تھا۔ وہ اپنے پیکٹ لئے بغیر گئے تھے تاکہ گزرنے کا راستہ معلوم کرنے میں آسانی ہو۔

بےشک وہ بہ‌آسانی لپک کے ان لوگوں سے آگے نکل سکتا تھا اور لڑکیوں کو تلاش کرکے پھر سے تصادم شروع کر سکتا تھا لیکن ایسا کرنے میں صرف ایک چیز حائل ہو رہی تھی — اسلحہ کا فقدان۔ ہتھیاروں کے بغیر جرمنوں سے مڈ بھیڑ کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔

جھونپڑی میں اس لمحے بھی دو چھوٹی مشین‌گنیں موجود تھیں، ٹوٹے ہوئے دروازے کے ٹھیک پیچھے۔ دو مشین‌گنیں کتنی بیش‌بہا دولت

لیکن اس نے خطرے کی آگاھی کے طور پر فائرنگ نہیں کی تھی۔ وہ انتظار کر رہا تھا... مگر کیوں؟..

اچانک بات واسکوف کی سمجھ میں آ گئی۔ دراصل وہ اپنی جان بچانے کی فکر میں تھا، نازی حرامی کہیں کا! اسے اپنے دم توڑتے ہوئے ساتھی کی، فوجی احکام کی یا جھیل کی طرف جانے والے باقی جرمنوں کی خاک بھی پروا نہ تھی۔ اسے اس وقت صرف ایک ھی بات کی فکر تھی اور وہ یہ کہ واسکوف کی توجہ اپنی طرف نہ مبذول ہونے دے۔ وہ اپنے نظر نہ آنے والے دشمن کے تصور سے بری طرح دہشت‌زدہ ہو چکا تھا اور خدا سے دعا کر رہا تھا کہ وہ چوبی جھونپڑی کے موٹے لٹھوں کے پیچھے اپنی جگہ بیٹھا رھے اور اس کی جان بچ جائے۔

تو یہ تھا ایک جرمن جو موت کا خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں دلیری دکھانا جانتا ھی نہیں تھا، سارجنٹ میجر نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے سوچا۔

پستول کو پستول‌دان میں رکھ کے واسکوف چپ‌چاپ پیچھے ہٹ آیا اور پھراتی سے جھونپڑی کا چکر کاٹ کے مخالف سمت میں رینگتا ہوا کنوئیں کی طرف بڑھنے لگا۔ جیسا کہ اس نے سوچا تھا، جرمن مرے ہوئے ساتھی کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا اور سارجنٹ میجر کسی ناخوشگوار واقعے کے بغیر لاش تک پہنچنے، چھوٹی مشین‌گن اور کارتوس لینے اور چپ‌چاپ جنگل کو واپس آ جانے میں کامیاب ہو گیا۔

اب ساری اھمیت تیزرفتاری کی تھی کیونکہ اس نے چکردار راستہ طے کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اسے خطرات مول لینے تھے اور قسمت نے اس کا ساتھ دیا۔ وہ صنوبر کے درختوں کے اس جھنڈ میں پہنچ گیا جہاں سے پہاڑی چوٹی کی طرف راستہ جاتا تھا۔ تب ھی کہیں جا کے اس نے خود کو ذرا دیر آرام کرنے کا موقع دیا۔

یہ جگہ اس کی جانی پہچانی ہوئی تھی اور یہاں رینگتے پھرتے اس نے علاقے کے متعلق خاصی معلومات حاصل کر لی تھیں۔ یہیں کہیں اس کی سپاھی لڑکیوں کو بھی، اگر وہ یہ علاقے چھوڑ کے مشرق کی طرف نہیں چلی گئی تھیں، موجود ہونا چاھئے تھا۔ واسکوف نے انہیں ھدایت کی تھی کہ کوئی ناخوشگوار صورت‌حال پیش آئے تو یہاں سے چلی جانا لیکن اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان لڑکیوں

وہ خود کو زور زور رونے سے بمشکل روک سکا، پلکوں پر آنسو لرزنے لگے، ایسا لگتا تھا جیسے وہ بہت کمزور ہو گیا ہو۔ دونوں کے بیچ میں چلتے ہوئے، دونوں کے شانوں پر اپنے بازو رکھے ہوئے وہ چشمے کو پار کرکے دوسری طرف گیا۔ کومل‌کووا کو جب بھی موقع ملتا اپنا جسم اس کے جسم سے چپکا دیتی اور اس کے داڑھی بڑھے ہوئے رخسار کو تھپتھپاتی۔

"اچھا میری عزیزو، میری پیاری مصیبت‌زدہ لڑکیو! تم نے کچھ کھایا بھی؟ تمہیں سونے کا موقع ملا تھا کہ نہیں؟"

"ہمارا جی ہی نہیں چاہا، کامریڈ سارجنٹ میجر۔"

"بھاڑ میں جائے سارجنٹ میجر۔ میں تم لوگوں کے لئے اب سارجنٹ میجر نہیں ہوں۔ ہم پر جو کچھ بیتی ہے اس کے بعد اس کا سوال ہی نہیں اٹھتا! تم میری بہنیں ہو اور میں تمہارا بھائی، اس لئے مجھے فیدوت کہو یا فیدیا جیسا کہ میری ماں کہا کرتی تھیں..."

ان لوگوں کے اوورکوٹ اور رائفلیں جھاڑیوں میں چھپا کر رکھ دی گئی تھیں۔ واسکوف سیدھا اپنے تھیلے کے پاس پہنچا لیکن اس کے کھولنے سے قبل ہی ژینیا نے پوچھا:

"اور گالیا کہاں ہے؟"

اس نے دھیمی ہچکچاتی آواز میں یہ بات پوچھی تھی۔ وہ سب کچھ سمجھ گئی تھیں، صرف تصدیق کرانا چاہتی تھیں۔ سارجنٹ میجر نے کوئی جواب نہ دیا، خاموشی سے اپنا تھیلا کھول کے کچھ خشک روٹی، نمک لگی ہوئی چربی اور فلاسک نکالا۔ تین مگوں میں تھوڑی تھوڑی اسپرٹ انڈیلی، روٹی توڑی اور چربی کے ٹکڑے کاٹے پھر لڑکیوں کو مگ تھمانے کے بعد اپنا مگ جام تجویز کرتے ہوئے اوپر اٹھایا:

"ہماری کامریڈوں کو بہادروں جیسی موت نصیب ہوئی۔ گالیا چتویرتاک دو طرفہ فائرنگ کے دوران کام آئی اور لیزا برچ‌کینا دلدل میں دھنس گئی۔ اس طرح سونیا کو ملا کر ہم تین سے ہاتھ دھو چکے ہیں۔ یہ ہے صورت‌حال۔ لیکن جس وقت ہم نے اپنے دشمن سے چکر لگوانے شروع کئے تھے اسے اب چوبیس گھنٹے ہو چکے ہیں۔ چوبیس گھنٹے!.. اب اگلے چوبیس گھنٹوں کو جیتنے کی ہماری باری ہے۔ ہم کسی کمک کی توقع نہیں کر سکتے اور جرمن اسی طرف

یہ اس اعتبار سے ناکافی تھے کہ جرمن دس مشین‌گنوں سے ان پر گولیوں کی بوچھار کر سکتے تھے لیکن واسکوف کو امید تھی کہ ان لوگوں کو جنگل اور چشمے سے بہت مدد ملے گی۔

"اچھا ریتا، اپنی چھوٹی مشین‌گن کے لئے یہ لو کارتوس کا ایک اور ڈبا۔ یاد رہے کہ مسلسل دیر تک گولیاں نہ چلانا، وہ لوگ چشمے کے دوسری طرف ہوں تو رائفل استعمال کرنا اور چشمہ پار کرنے لگیں تو چھوٹی مشین‌گن۔ تب یہ بہت کارآمد ثابت ہوگی، بہت کارآمد۔"

"میں سمجھتی ہوں، فیدوت..."

فیدوت کہتے ہوئے اس کی بھی زبان کچھ لڑکھڑائی۔ واسکوف نے ہنستے ہوئے کہا:

"میں سمجھتا ہوں کہ فیدیا کہہ کے پکارنا تمہارے لئے زیادہ آسان ثابت ہوگا۔ ظاہر ہے کہ فیدوت کوئی خاص اچھا نام نہیں لیکن کیا کروں، یہی میرا نام رکھا گیا تھا..."

گزشتہ چوبیس گھنٹوں نے جرمنوں پر اپنی چھاپ لگا دی تھی۔ اب وہ تگنی احتیاط برت رہے تھے اور ہر بھاری پتھر کے عقب میں جھانکنے سے ان کے آگے بڑھنے کی رفتار دھیمی پڑ گئی تھی۔ انہوں نے اس علاقے کو حتی‌الامکان چھان مارا اور چشمے کے کنارے پہنچے تو آفتاب آسمان پر خاصا بلند ہو چکا تھا۔ ہر چیز تقریباً ہو بہو دھرائی جا رہی تھی، فرق صرف اتنا تھا کہ اس بار چشمے کے اس پار کے جنگل، لڑکیوں کی آوازوں سے نہیں گونج رہے تھے اور جنگل کی خاموشی پراسرار اور پرخطر معلوم ہو رہی تھی۔ جرمنوں کو اس خطرے کا پوری طرح احساس تھا۔ ان کی جھلک جھاڑیوں میں دکھائی دے رہی تھی لیکن انہوں نے پانی کے کنارے تک آنے میں بہت دیر لگائی۔

واسکوف نے لڑکیوں کو ایک ایسی جگہ مامور کر دیا تھا جہاں چشمے کے بھاؤ میں ایک چوڑا موڑ پیدا ہوتا تھا۔ اس نے ان کے مورچوں اور ریفرنس پوائنٹس کا تعین بھی کر دیا تھا۔ پانی میں گھسے ہوئے خشکی کے اس چھوٹے سے ٹکڑے کو اس نے خود اپنے لئے منتخب کیا جہاں گزشتہ روز ژینیا کومل‌کووا نے یوں کہنا چاہئے کہ خود اپنے جسم سے جرمنوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ اس جگہ دونوں کنارے ایک دوسرے سے تقریباً جڑے ہوئے معلوم ہوتے تھے اور دونوں

اتنے میں زخمی جرمن کی واپسی کی حفاظت کے لئے جرمنوں نے مشین‌گنوں سے فائرنگ شروع کر دی۔ سارجنٹ میجر اٹھ کر دوڑتے ہوئے لڑکیوں تک پہنچنے کی کوشش کرنے ہی والا تھا کہ اس نے اپنی خواہش کو بروقت دبا دیا۔ دوسرے کنارے پر جھاڑیوں سے بیک وقت چار جرمن دوڑتے ہوئے باہر نکلے۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ فائرنگ کی آڑ لیتے ہوئے چشمے کو پار کرکے جنگل میں روپوش ہو جانے کی امید میں باہر نکلے ہیں۔ اس طرح کی صورت‌حال میں رائفل کوئی خاص کام نہیں دے سکتی تھی کیونکہ ہر گولی کے بعد بولٹ کو سلیقے سے چلانے کا وقت ہی نہیں تھا۔ اس لئے فیدوت واسکوف نے اپنی چھوٹی مشین‌گن اٹھائی لیکن اس کے لبلبی کو دباتے ہی دوسری طرف دو جگھوں پر جھاڑیاں چمک اٹھیں اور گولیاں اس کے سر کے اوپر سے سنسناتی ہوئی گزرنے لگیں۔

اس لڑائی میں واسکوف کو صرف ایک بات معلوم تھی اور وہ یہ کہ اسے پیچھے بہرحال نہیں ہٹنا تھا۔ اپنی طرف کی مٹھی بھر زمین بھی جرمنوں کے حوالے نہیں کرنی تھی۔ حالات کتنے ہی دشوار اور مایوس‌کن کیوں نہ ہوں، اسے اپنی جگہ پر بہرحال ڈٹے رہنا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس نے ثابت‌قدمی سے کام نہ لیا تو دشمن اسے کچل کے رکھ دےگا اور اس کے ساتھ ہی لڑائی ختم ہو جائےگی۔ اسے کچھ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے عقب میں تمام روس موجود ہو۔ کچھ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی اور نہیں بلکہ صرف وہ فیدوت واسکوف، روس کا زندہ رہ جانے والا آخری بیٹا اور محافظ ہو، جیسے ساری دنیا میں اور کوئی بھی نہ ہو: صرف وہ، دشمن اور روس باقی ہوں۔

لیکن لڑکیاں — وہ جیسے کسی تیسرے کان سے برابر یہ سنے جا رہا تھا کہ لڑکیوں کی رائفلیں اب بھی چل رہی ہیں کہ نہیں۔ وہ فائرنگ کر رہی تھیں تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ زندہ تھیں، اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے مورچے کی، اپنے محاذ کی، اپنے روس کی حفاظت کر رہی تھیں۔ ہاں، وہ ثابت‌قدمی سے ڈٹی ہوئی تھیں!..

جدھر لڑکیاں مامور تھیں ادھر دستی بم پھٹنا شروع ہوئے تب بھی وہ خوف‌زدہ نہ ہوا۔ اسے اندازہ ہو چلا تھا کہ لڑائی کچھ دیر کے لئے، دم لینے کا موقع فراہم کرنے کے لئے بند ہونے کو ہے کیونکہ جرمن ایسے دشمن سے جس کی طاقت کا انہیں علم نہیں تھا،

وہ بار بار زبان سے تر کئے جا رہی تھی، زبردستی مسکراہٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس کے ہاتھوں سے جن سے اس نے اپنا پیٹ پکڑ رکھا تھا، خون نیچے ٹپک رہا تھا۔

"کیا لگا تھا؟"

"دستی بم..."

اس نے ریتا کو اپنے ہاتھوں سے اٹھا کے پیٹھ کے بل لٹا دیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ واسکوف ایسا کرے کیونکہ درد سے ڈر رہی تھی۔ پھر واسکوف نے بڑی نرمی سے اس کا ہاتھ ہٹایا تو فوراً ہی سمجھ گیا کہ اس کی آخری گھڑی آن پہنچی ہے۔ زخم پر نظر جمانا مشکل ہو رہا تھا، ہر چیز بڑی تکلیف دہ نظر آ رہی تھی — خون، پھٹا ہوا کپڑا اور چمڑے کی پیٹی زندہ گوشت کے اندر دھنسی ہوئی۔

"مجھے کچھ کپڑے چاہئیں" واسکوف نے کہا۔ "انڈرویر وغیرہ جتنے بھی تمہارے پاس ہوں لے آؤ!"

ژینیا کانپتے ہوئے ہاتھوں سے جلدی جلدی اپنے تھیلے کو کھول چکی تھی اور اسے کوئی نفیس چکنا کپڑا دے رہی تھی۔ "ریشمی نہ دو، مجھے سوتی کپڑا چاہئے!.."

"ایسا تو کوئی کپڑا نہیں..."

"لعنت ہو!.." وہ لپک کے اپنے تھیلے کے پاس گیا اور مضبوطی سے کسی ہوئی گانٹھوں سے الجھنے لگا...

"جرمن..." ریتا نے بمشکل کہا۔ "جرمن کہاں ہیں؟"

لمحہ بھر تک ژینیا ھکا بکا ہوکر ریتا کو تکتی رہی۔ پھر اس نے جلدی سے اپنی چھوٹی مشین‌گن اٹھائی اور چشمے کے کنارے کی طرف دوڑی۔ اس نے پھر پلٹ کے دیکھا تک نہیں۔

سارجنٹ میجر قمیض اور انڈرویر کا ایک فاضل جوڑا اور پٹیوں کے دو رول تھیلے سے نکال کے واپس لوٹا۔ ریتا نے اسے کچھ سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس نے کچھ نہ سنا اور اس کے خون سے تر کوٹ، اسکرٹ اور انڈرویر کو اپنے دانت بھینچتے ہوئے چاقو سے کاٹ دیا۔ پھٹنے والے دستی بم کی کرچ ترچھی ہو کر اس کے جسم میں داخل ہوئی تھی اور اس نے پیٹ پھاڑ دیا تھا۔ نیلگوں خاکستری رنگ کی آنتیں سیاہ خون کے نیچے دکھائی دے رہی تھیں۔ اس نے اپنی تہہ کی ہوئی قمیض زخم پر رکھ کے پٹی باندھنے لگا۔

تھیلے، رائفلیں، اوورکوٹ اور ژینیا کا انڈرویر ــ نفیس، باریک انڈرویر جو اس وقت سارجنٹ میجر کے کسی کام کا نہ تھا، سب چیزیں صنوبر کے پیڑ کے نیچے رکھی رہ گئیں...

خوبصورت انڈرویر ژینیا کی کمزوری تھے۔ وہ بہت سی چیزوں کے بغیر کام چلا لیتی تھی، بہت سی چیزوں سے بڑی خوش‌دلی کے ساتھ خود کو محروم رکھ سکتی تھی کیونکہ وہ خوش و خرم رہنے والی ملنسار لڑکی تھی مگر انڈرویر کے ان سیٹوں کو جو اس کی ماں نے لڑائی چھڑنے سے ذرا ھی قبل اسے دئے تھے، بڑے ضدی‌پن سے سامان رکھنے کے فوجی تھیلے میں رکھے رہتی تھی۔ مسلسل سرزنش کئے جانے اور تھکن، بےآرامی اور طرح طرح کی ان دوسری تکالیف کے باوجود جن کا کسی سپاھی کو سامنا کرنا پڑ سکتا تھا، وہ اپنی اس ضد سے باز نہیں آتی تھی۔

انڈرویر کا ایک سیٹ تو خاص طور سے فیشن ایبل تھا اور یہ کسی کو بھی دیوانہ بنا سکتا تھا۔ ژینیا کے باپ تک کو مجبور ھوکر اس پر یہ تبصرہ کرنا پڑا تھا:

"ژینیا، تم تو حد سے بڑھی جا رھی ھو۔ آخر یہ کس موقعے کے لئے ھے؟"

"میں ایک پارٹی میں جا رھی ھوں!" ژینیا نے فخریہ انداز میں جواب دیا تھا حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کے باپ کا مطلب کچھ اور ھی تھا۔

باپ بیٹی میں زبردست قربت پائی جاتی تھی، وہ کہتا:

"کیوں بیٹی، جنگلی سور کا شکار کھیلنے چلوگی؟"

"میں قطعی اس کی اجازت نہیں دے سکتی!" اس کی ماں خوف‌زدہ ھو کے کہہ اٹھتی۔ "آپ تو پاگل ھو گئے ھیں۔ چھوٹی سی بچی اور اسے شکار پر گھسیٹے لئے جا رھے ھیں۔"

"اسے ان باتوں کا عادی ھونے دو!" اس کا باپ ھنس کے کہتا۔ "سرخ فوج کے کمانڈر کی بیٹی کو کسی بات سے خوف‌زدہ نہ ھونا چاھئے۔"

ژینیا کسی چیز سے ڈرتی بھی نہیں تھی، گھڑسواری کرتی، رائفل چلانے کی مشق کرتی، باپ کے ساتھ سور کے شکار کو جاتی اور فوجی چھاؤنی کے شہر میں باپ کی موٹر سائیکل پر فراٹے بھرتی رہتی۔

یہ لوژین ہی تھا جس نے ژینیا کو اس وقت سہارا دیا جب وہ اپنے خاندان کے ارکان کے ہلاک کر دئے جانے کے بعد کسی نہ کسی طرح سوویت مورچوں کو واپس لوٹ آئی۔ اس نے ژینیا کی مدد اور حفاظت کی اور اسے تسلی دی۔ کوئی شخص اس پر یہ الزام نہیں لگا سکتا تھا کہ اس نے ژینیا کے بےسہارا ہونے سے ناجائز فائدہ اٹھایا لیکن اس نے ژینیا کا دل جیت لیا جسے حمایت کی، کسی ایسے شانے کی ضرورت تھی جس سے وہ اپنا سر ٹکا سکے، جسے کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اس سے ہمدردی کر سکے اور اس کی خوبصورتی کو سراہے، اسے اہمیت دے۔ وہ زمانۂ جنگ کی مہیب دنیا میں پھر سے اپنے قدم جمانا چاہتی تھی۔ اب ہر بات ایسی ہی تھی جیسی ہونی چاہئے تھی۔ ژینیا اپنے حواس کھونےوالی نہیں تھی، اس نے کبھی بھی اپنے حواس نہیں کھوئے تھے۔ اسے اپنے اوپر اعتماد تھا اور اس وقت جبکہ وہ جرمنوں کو اوسیانینا سے دور ہٹا لے جانے کی کوششوں میں مصروف تھی، پل بھر کے لئے بھی اس کے دل میں شک نہیں پیدا ہوا کہ اس تصادم کا خاتمہ اچھے ڈھنگ سے نہ ہوگا۔

اس وقت بھی جبکہ پہلی گولی آ کے اس کے پہلو میں لگی اس کے اوپر حیرت کے سوا اور کوئی کیفیت طاری نہ ہوئی کیونکہ انیس برس کی عمر میں مرنے کا خیال نہایت ہی مہمل، نہایت ہی احمقانہ اور قطعی بعید از قیاس تھا۔

جرمنوں کی گولی اسے محض اتفاقاً لگ گئی تھی کیونکہ وہ گھنی پتیوں کے پیچھے سے اندھا دھند فائرنگ کر رہے تھے۔ وہ چپ‌چاپ پڑی موقعے کا انتظار کرتی رہتی تو شاید اسے بچ نکلنے کا وقت مل جاتا لیکن اس نے گولی چلانے کا سلسلہ اس وقت تک جاری رکھا جب تک اس کے کارتوس ختم نہ ہو گئے۔ وہ منھ کے بل لیٹی ہوئی فائرنگ کر رہی تھی اور اب بچ نکلنے کی کوشش نہیں کر رہی تھی کیونکہ بہتے ہوئے خون کے ساتھ ساتھ اس کی طاقت بھی جواب دیتی جا رہی تھی۔ جرمنوں نے اسے دیکھتے ہی قریب سے سیدھی گولی چلا کر کام تمام کر دیا اور پھر دیر تک کھڑے اس کے چہرے کو دیکھتے رہے جو موت کی آغوش میں بھی نہایت ہی باوقار اور خوبصورت نظر آ رہا تھا...

"ژینیا چل بسی؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور پل بھر کے بعد کہا:

"ہمارے سامان کے تھیلے غائب ہیں، تھیلے اور رائفلیں بھی۔ وہ لوگ ان چیزوں کو یا تو اپنے ساتھ لے گئے یا کہیں چھپا دیا۔"

"کیا ژینیا... فوراً ہلاک ہو گئی تھی؟"

"ہاں، فوراً ہی" اس نے کہا لیکن وہ جانتی تھی کہ وہ سچ نہیں بول رہا تھا۔ "وہ لوگ جا چکے ہیں۔ زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ دھماکوں کا سامان لانے گئے ہوں..." ریتا نے بےنور، سب کچھ سمجھنے والی ایک نگاہ اس پر ڈالی جسے دیکھتے ہی وہ اچانک چیخ اٹھا: "مگر ان لوگوں نے ہمیں شکست نہیں دے دی، سمجھیں؟ میں اب بھی زندہ ہوں اور مجھے ختم کرنے کے لئے انہیں بہت کچھ کرنا ہوگا!.."

وہ اچانک اپنی بات ختم کر کے دانت پیسنے اور اپنے بازو کو ہلانے لگا۔

"کیا اس میں درد ہو رہا ہے؟"

"درد تو یہاں ہو رہا ہے" اس نے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "یہ درد میرے دل کو کتر رہا ہے، چوہے کی طرح کتر رہا ہے!.. میری وجہ سے تم لوگوں پر، پانچوں کی پانچوں پر یہ سب بیتی۔ اور کاہے کے لئے؟ صرف مٹھی بھر جرمنوں کے لئے؟"

"اپنے آپ کو مورد الزام نہ ٹھہرائیے... قصور تو جنگ کا ہے..."

"جب تک جنگ جاری ہے اس وقت تک تو یہ درست ہے مگر کیا زمانۂ امن میں بھی لوگ اس طرح سوچیں گے؟ کیا وہ سمجھ جائیں گے کہ تم سب کو کیوں جان دینی پڑی؟ اور میں نے جرمنوں کو چپ‌چاپ آگے کیوں نہ بڑھ جانے دیا؟ میں نے جو فیصلہ کیا آخر اس کا سبب کیا تھا؟ میں کیا جواب دوں گا جب لوگ مجھ سے پوچھیں گے: «تم لوگ کیسے مرد تھے جو ہماری ماؤں کو گولیوں سے محفوظ نہ رکھ سکے، تم نے یہ کیسے برداشت کر لیا کہ ان کی شادیاں تو موت سے کر دیں اور خود زندہ رہ گئے؟ کیا تمہیں کیروف ریلوے اور بحر ابیض نہر کا لڑکیوں سے زیادہ خیال تھا؟ ہو سکتا ہے ان دونوں جگہوں کی حفاظت کے لئے فوجی مامور رہے ہوں، محض پانچ لڑکیوں

اس نے بھونڈےپن سے پر جھک کر شرمیلےپن سے اس کی پیشانی چوم لی۔

"آپ کے چہرے پر تو جیسے کانٹے اگے ہوئے ہیں..." اس نے اتنی نحیف آواز سے کہا جو بمشکل ہی سنی جا سکی اور آنکھیں موند لیں۔ "اب جائیے، ٹہنیاں میرے اوپر ڈال دیجئے اور جائیے۔"

ریتا کے بھورے، پچکے ہوئے رخساروں پر دھیرے دھیرے آنسو بہہ نکلے۔ فیدوت واسکوف دھیرے دھیرے کھڑا ہوا، ریتا کو احتیاط سے شاخوں سے ڈھکا اور چشمے کی طرف، جرمنوں کی طرف چل دیا۔

وہ بےمصرف دستی بم، وہ اس کا واحد ہتھیار اپنے وزن سے اس کی جیب میں ادھر ادھر ہل رہا تھا...

اس نے گولی کی ایک دھیمی سی آواز کو جو فوراً ہی شاخوں کے نیچے ڈوب گئی تھی، سنا کم، محسوس زیادہ کیا اور مفلوج ہوتے ہوئے جنگل کے سناٹے پر کان لگا دئے۔ پھر اپنے دل میں آنے والے خیال پر یقین کرنے سے ہچکچاتے ہوئے دوڑتا ہوا فر کے پیڑ کے پاس واپس لوٹا۔

ریتا نے اپنی کنپٹی میں گولی ماری تھی اور خون بس برائے نام ہی نظر آ رہا تھا۔ زخم کے گرد بارود کے نیلے نیلے دھبے پڑ گئے تھے۔ واسکوف جانے کیوں دیر تک، کافی دیر تک اس زخم کو تکتا رہا پھر ریتا کو اٹھا کے تھوڑے سے فاصلے پر لٹا دیا اور جہاں وہ پہلے لیٹی ہوئی تھی اسی جگہ قبر کھودنے لگا۔ اس جگہ مٹی نرم تھی اور آسانی سے کھدائی کے قابل تھی۔ اس نے ایک لکڑی سے کھدائی کی، مٹی باہر نکالی اور جڑوں کو چاقو سے کاٹ دیا۔ یہاں اس نے اپنا کام تیزی سے مکمل کر لیا اور ذرا دیر بھی آرام کئے بغیر وہاں پہنچا جہاں ژینیا کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اب اس کے بازو میں بہت ہی تیز، ناقابل برداشت، خنجر کی طرح چبھتا ہوا درد ہو رہا تھا اور اس کی لہریں سارے جسم میں دوڑتی جا رہی تھیں۔ اس لئے وہ ژینیا کے لئے ٹھکانے کی قبر نہ کھود سکا جس کا اسے سخت افسوس ہوا۔ یہ خیال اسے بار بار ملامت کرتا رہا اور وہ بار بار اپنے جھلسے ہوئے ہونٹوں سے دھیرے دھیرے کہتا رہا:

"مجھے معاف کر دو ژینیا، مجھے معاف کر دو..."

ادھر ادھر جھولتا اور ڈگمگاتا ہوا، بہ‌دقت قدم اٹھاتا ہوا وہ سن‌یوخینا ڈھلواں چوٹی کے پار جرمنوں کی طرف چل دیا، پستول کو

سب جگہوں کو چھوڑ کے وہ خانقاہ ھی کو کیوں جا رہا تھا۔ دراصل شکاری کا غلطی نہ کرنے والا اندرونی احساس اسے اس طرف کھینچے لئے جا رہا تھا اور اس نے خود کو اس احساس کا تابع کر دیا تھا اور اس اندرونی احساس کے کہنے ھی پر اس نے اپنی رفتار دھیمی کی، آوازوں پر کان لگائے اور لپک کے جھاڑیوں کی آڑ میں چلا گیا۔

جنگل کے درمیان وہ کھلی جگہ جہاں جھونپڑی اور کنواں واقع تھے، سو میٹر کے فاصلے پر نظر آ رھی تھی۔ سو میٹر کا یہ فاصلہ واسکوف نے کوئی آواز پیدا کئے بغیر کچھ اس طرح طے کیا جیسے اس کا کوئی وزن نہ ھو۔ وہ جانتا تھا کہ دشمن جھونپڑی میں موجود ھے۔ اسے یہ بات یقینی طور پر اپنے اندرونی احساس کی بدولت ٹھیک اسی طرح معلوم تھی جیسی کسی بھیڑئے کو معلوم ھوتا ھے کہ اس کے راستے میں کس جگہ کوئی خرگوش چھلانگ مار کے باھر نکلے گا۔

کھلی جگہ جہاں سے شروع ھوتی تھی اس سے ذرا پہلے جھاڑیوں کے درمیان وہ بےحس و حرکت کھڑا ھوا تھا۔ کافی دیر سے کھڑا ھوا کنوئیں کی جگت کو جہاں اب اس کے ھلاک کئے ھوئے جرمن کی لاش نہیں پڑی ھوئی تھی، جھونپڑی کو اور اس کے قریب کی تاریک جھاڑیوں کو بہت غور سے، ذرا سی جنبش کئے بغیر، غور سے دیکھے جا رھا تھا مگر کوئی مشتبہ چیز نظر نہیں آ رھی تھی۔ پھر بھی سارجنٹ میجر بڑے صبر سے انتظار کئے جا رھا تھا۔

پھر ایک دھندلے دھبے جیسی کسی چیز نے جھونپڑی کے کونے سے دھیرے دھیرے بڑھنا شروع کیا۔ اسے حیرت نہ ھوئی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بالکل اسی جگہ سنتری پہرا دے رھا ھوگا۔

دھیرے دھیرے اس نے وقت کی بےکراں وسعتوں سے گزرتے ھوئے، سنتری کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ بہت دھیرے دھیرے جیسے خواب میں چل رھا ھو۔ اپنا ایک پاؤں اوپر اٹھاکے اسے دھیرے دھیرے، کسی وزن کے بغیر زمین پر اتارتا — وہ قدم نہیں اٹھا رھا تھا بلکہ ایسا لگ رھا تھا جیسے اپنے جسم کے وزن کو قطرہ قطرہ کرکے زمین پر ٹنکا رھا ھو تاکہ کسی ٹہنی سے بھی چرمراھٹ کی آواز نہ پیدا ھو۔ اس عجیب و غریب طائرانہ رقص سے اس نے کھلی جگہ کا چکر پورا کیا اور جاکے بےحس و حرکت کھڑے ھوئے سنتری کے پیچھے ٹھہر گیا۔ پھر کچھ اور بھی دھیرے دھیرے، کچھ اور بھی محتاط انداز

جرمن، سارجنٹ میجر کے حکم سے یا اس دستی بم سے خائف نہیں ہوئے تھے جسے وہ ان پر پھینکنے کے انداز میں اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھا۔ دراصل وہ اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ وہ بالکل اکیلا ہے نیز یہ کہ ارد گرد کے متعدد کلومیٹر علاقے میں اس کے سوا اور کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ اس کے اکیلے ہونے کی بات ان کے فسطائی ذہنوں نے کسی طرح قبول ہی نہ کی اور یہی سبب تھا کہ اس کے حکم کے بموجب وہ منھ کے بل زمین پر لیٹ گئے ۔ چاروں کے چاروں لیٹ گئے اور پانچواں جس نے زیادہ تیزی دکھائی تھی، پہلے ہی جہنم میں پہنچ چکا تھا۔

پھر انہوں نے ایک دوسرے کو مضبوطی کے ساتھ پیٹیوں سے باندھا۔ آخری جرمن کو خود فیدوت واسکوف نے باندھ دیا اور جب یہ کام مکمل ہو گیا تو وہ رو پڑا۔ اس کے گندے، بغیر شیو کئے ہوئے چہرے پر آنسو بہہ نکلے۔ وہ بخار کی سی ہیجانی کیفیت سے کانپ رہا تھا، بیک وقت رو بھی رہا تھا، ہنس بھی رہا تھا، چلا بھی رہا تھا:

"تم لوگ اندازہ نہیں لگا پائے تھے نا؟ صرف پانچ تھیں، پانچ لڑکیاں اور بس۔ لیکن تم اندازہ نہ لگا سکے۔ تمہیں یہیں، تم میں سے ایک ایک کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اعلا ذمےداروں نے تمہیں زندہ چھوڑ دیا تو میں خود تم سب کو ہلاک کر دوں گا۔ وہ چاہیں گے تو بعد میں میرا کورٹ مارشل کر سکتے ہیں۔ کوئی فکر نہیں، کورٹ مارشل ہوتا رہے!.."

اس کا بازو بری طرح دکھ رہا تھا۔ درد نے سارے جسم میں آگ سی لگا دی تھی اور دماغ بھکنے سا لگا تھا۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں بےہوش نہ ہو جائے اور ہوش و حواس برقرار رکھنے کی کوشش میں جسم کی ساری طاقت صرف کئے دے رہا تھا...

واپسی کا سفر کیسے کٹا تھا اس کے متعلق اسے کچھ بھی یاد نہ رہ سکا۔ جرمنوں کی پیٹھیں جھول سی، ادھر ادھر ہل سی رہی تھیں کیونکہ واسکوف کچھ اس طرح ڈگمگا رہا تھا جیسے نشے میں بری طرح دھت ہو۔ ان چاروں کی پیٹھوں کے سوا اسے اور کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا اور اس کے ذہن میں صرف ایک ہی خیال کروٹیں لے رہا تھا۔ وہ یہ کہ بےہوش ہونے لگا تو پہلے ان جرمنوں کو گولی

اختتامیہ

... کہو میرے دوست!

تم تو وہاں کاموں میں اپنی جان ہلکان کئے جا رہے ہو اور ہم یہاں گرد و غبار سے خالی اس گوشے میں مچھلیوں کے شکار میں وقت گزار رہے ہیں۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ کمبخت مچھروں نے ناک میں دم کر رکھا ہے، پھر بھی یہ جگہ جنت جیسی ہے! ارے بےمغز آدمی، چند دنوں کی چھٹی لو اور آ دھمکو۔ نہ یہاں اکاریں ہیں، نہ لوگوں کی بھیڑ بھاڑ۔ ہفتے میں ایک دن موٹر بوٹ روٹیاں لےکے آتی ہے ورنہ کئی کئی دن بس یونہی گزارنے پڑیں۔ سیاحوں کی تفریح کے لئے دو شاندار جھیلیں اور پکنک منانے کی بہت سی جگہیں ہیں اور ایک چشمہ جس میں گرےلنگ مچھلیوں کی بھرمار ہے۔

اور سانپ چھتریوں کی بھی افراط ہے!..

آج موٹر بوٹ پر سفید بالوں، کشادہ شانوں والا درمیانے قد کا ایک عجیب بوڑھا یہاں آیا جس کے ایک بازو نہیں تھا۔ اس کے ساتھ راکٹ دستے کا ایک کیپٹن بھی ہے اور جانتے ہو کیا شاندار نام پایا ہے اس کیپٹن نے — البرٹ فیدوتچ! سنا ہے کبھی ایسا نام؟ کیپٹن اس بوڑھے کو پاپا کہتا ہے! یہ دونوں کسی چیز کی تلاش میں تھے مگر مجھے کچھ پتا نہ چل سکا کہ کیا ڈھونڈ رہے تھے...

... کل میں یہ خط ختم نہیں کر سکا تھا، آج اسے پورا کر رہا ہوں۔

ایسا لگتا ہے کہ اس جگہ بھی لڑائی ہوئی تھی... یہ لڑائی اس وقت ہوئی تھی جب تم اور میں پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

پڑھنے والوں سے

«رادوگا» اشاعت گھر اس کتاب، اس کے ترجمے، ڈیزائن اور طباعت کے متعلق آپ کی قیمتی رائے اور آئندہ مطبوعات کی تجاویز اور مشوروں کا بصد شکریہ خیر مقدم کرے گا۔

براہ کرم اپنے تبصرے اور مشورے مندرجہ ذیل پتے پر بھیجئے:

«رادوگا» اشاعت گھر
مکان نمبر ۳۳، سی- ۱۴
تاشقند - ۷۰۰۰۱۱
سوویت یونین

RADUGA PUBLISHERS
HOUSE No. 33, C-14
TASHKENT — 700011
USSR